تفسیر

نور القرآن

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت قائد ملت اسلامیہ
حضرت علامہ حضور باباجی
مفسر قرآن مبلغ اسلام پیر ابو النصر
منظور احمد شاہ صاحب
دامت برکاتہم العالیہ
بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

پارہ نمبر 22

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ______ تفسیر نورُ القرآن (پارہ نمبر 22)

مصنف ______ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

کمپوزنگ ______ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزنگ ______ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

پروف ریڈنگ ______ حافظ محمد سجاد فریدی، مدرس جامعہ فریدیہ

طباعت ______ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک

ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت ______ ستمبر 2012ء

ناشر ______ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون: 040-4466685,4466985

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کی رسول کا اطاعت شعار ہے اور اور جب تک عمل کرتی ہے ہم اُسے اس کا دوگنا اجر عطا فرمائیں گے اور ہم نے اس کیلئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے (۳۱) اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہو بشرطیکہ تم اللہ سے ڈرتی رہو، سو کسی سے لچک دار لہجہ میں بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو وہ کوئی غلط اُمید لگا بیٹھے اور دستور کے مطابق بات کرنا (۳۲)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

ازواج مطہرات کیلئے دوگنا اجر دینے کے اصول کو بیان فرمایا جارہا ہے، وہ ازواج مطہرات جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت شعار ہوں وہ ازواج مطہرات جو عمل صالح کی پابند ہوں، اُنہیں دوگنا اجر دیا جائے گا اور ان کیلئے عزت واحترام کا رزق تیار کیا گیا ہے۔ دگنے اجر دینے کا معنیٰ یہ ہے کہ عام مسلمان خواتین کو اللہ تعالیٰ ان کے نیک کاموں پر جتنا اجر عطا فرماتا ہے، ازواج مطہرات کو اس کے دوگنا عطا فرمائے گا، مسلمان عورت کو دس گنا اجر عطا فرماتا ہے تو ازواج مطہرات کو بیس گنا اجر عطا فرمائے گا۔

مزید انعام کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ ان کیلئے عزت کی روزی تیار کی گئی ہے، رزق کریم سے مراد جنت کی نعمتیں ہیں جب بندہ جنت کی نعمتوں کا ارادہ کر لیتا ہے تو پھر دنیا کی نعمتیں اس کی نگاہوں سے ہٹ جاتی ہیں جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا دنیا میں سیر ہو کر کھانے والے آخرت میں بھوکے ہوں گے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا،

سنو! عیش وعشرت کرنے والے برباد ہو گئے۔

اگلی آیہ پاک میں ازواج مطہرات کے بے مثال فرما کران کی عظمت کو مزید بلند فرمایا گیا کہ اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں کسی کی مثل نہیں ہو، تمہارے مقابل کوئی خاتون نہیں، اس سلسلہ میں ضروری ہے خدا سے ڈرتی رہو اور تمہاری گفتگو میں نرم لہجہ پیدا نہ ہو کہ کوئی بیمار دل آدمی غلط اُمید لگا بیٹھے اور تمہاری گفتگو بھی دستور کے مطابق ہو۔

ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ بہ وقت ضرورت سخت لہجے میں بات کریں عام آوارہ خواتین کی طرح گفتگو میں لچک نہ ہو۔ عورت کی آواز بھی عورت ہے یہی وجہ ہے کہ عورت کیلئے اذان دینا، تکبیر کہنا درست نہیں۔ اِسی محتاط انداز کو اس طرح بھی فرمایا گیا ہے کہ نماز میں امام بھول جائے تو مرد اُسے سبحان اللہ کہہ کر متوجہ کریں اور عورتیں تالی بجا کر، عورت کو سبحان اللہ کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اس کی آواز فتنہ ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۳۳ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۳۴ صدق اللہ العظیم

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرنا اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو، اے رسول کے گھر والو! اللہ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور کردے اور تم کو صاف ستھرا رکھے (۳۳) تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے ان کو

یاد کرتی رہو، بے شک اللہ ہر باریکی کو جاننے
والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے(۳۴)

تفسیر

اس آیہ مقدسہ میں خواتین کو زندگی گزارنے کے سلسلہ میں ہدایات دی گئی ہیں اگر چہ ان آیات مبارکہ کا نزول امہات المومنین کے سلسلہ میں ہے مگر اس حکم کا اطلاق ملت اسلامیہ سے وابستہ تمام خواتین پر ہے۔ پہلی ہدایت عورتوں کے پردہ سے متعلق آواز اور کلام پر پابندی ہے، دوسری ہدایت مکمل پردہ کرنے کی ہے کہ گھروں میں بیٹھیں، زمانہ قدیم کی جاہلیت والیوں کی طرح نہ پھرو، گھروں میں رہیں یعنی بلا ضرورت شرعیہ باہر نہ نکلیں اگر کبھی گھر سے نکلنا پڑے تو زینت کے اظہار کے ساتھ نہ نکلے بلکہ بدن ڈھانپ کر نکلے پردہ کے ساتھ۔ محنت مزدوری کیلئے نکلنا جائز ہے اہم شرط یہ ہے کہ زینت کے اظہار کے ساتھ نہ نکلیں بلکہ برقع یا بڑی چادر کے ساتھ نکلیں۔ ازواج مطہرات کو قرآن مقدس کی تیسری ہدایت یہ ہے کہ نماز پڑھتی رہیں، چوتھی ہدایت یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کریں، پانچویں ہدایت یہ ہے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں، چھٹی ہدایت تمام مسلمانوں کیلئے عام ہے "قرن فی بیوتکن" کے ارشاد سے واضح ہے کہ خواتین اپنے گھروں میں ٹِک کر رہیں۔

یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ وقار کے ساتھ رہیں، سکون سے رہیں عورت کو اصل دائرہ عمل میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں، قرآن مقدس کے اس ارشاد گرامی کو حدیث پاک سے مزید تائید اس طرح ملتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، خواتین نے حضور ﷺ سے عرض کی حضور ہم کیا عمل کریں کہ ہم بھی مجاہدین کے برابر ثواب پا سکیں حضور ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی۔

ترمذی شریف میں ایک اور حدیث پاک اس عنوان کو واضح کرتی ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی

اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا عورت پردہ میں رہنے کے قابل چیز ہے جب وہ نکلتی ہے تو اُسے شیطان تاکتا ہے اور اللہ کے قریب تر وہ اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں ہو۔

آیہ مبارکہ میں ازواج مطہرات کیلئے یکے بعد دیگرے کئی ہدایات فرمائی گئیں، یہی ہدایات اُمہات المومنین کے ذریعہ سے ملت اسلامیہ کی تمام خواتین کیلئے ہیں۔ یہ ہدایات یہ نصیحتیں یہ ارشادات یہ خصوصی احکام ازواج مطہرات کیلئے کیوں۔۔۔؟

چونکہ اللہ چاہتا ہے تمہارا دامن ہر داغ سے ہر لحاظ سے صاف ستھرا اور اُجلا ہو پاکیزہ ہو، وہ چاہتا ہے تمہیں پاک صاف کردے، آیہ مبارکہ میں ازواج مطہرات کو بھی اہل البیت فرمایا گیا جس سے پتہ چلتا ہے ،اہل بیت کی اصطلاح میں امہات المومنین شامل ہیں کہ یہ گھروالیاں ہیں، قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر بھی اہل بیت کے لفظ کو بیوی پر استعمال فرمایا ہے، جب فرشتوں نے حضرت خلیل علیہ السلام کی اہلیہ کو بچے کی خوشخبری سنائی تو وہ تعجب کرنے لگیں تو فرشتوں نے کہا ’’اتعجبن من امر اللہ رحمۃ اللہ علیکم وبرکاتہ علیکم اھل البیت‘‘

حضور ﷺ کے اہل بیت تین قسموں میں منقسم ہیں، پہلی قسم وہ جو حضور ﷺ کے گھر پیدا ہوئے، گھر میں ہی وصال کرگئے (جیسے بیٹے) دوسری قسم جو پیدا باہر ہوئے، آئے گھر میں جیسے بیویاں، تیسری قسم جو پیدا گھر میں ہوئے چلے باہر گئے، جیسے بیٹیاں)

آخری ہدایت یہ فرمائی گئی کہ اے نبی (ﷺ) کی بیویو! اللہ کی آیتوں کو اور حکمت کی باتوں کو یاد رکھو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں، اللہ مہربانی فرمانے والا ہر بات سے باخبر ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰٓئِمِينَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾ صدق اللّٰہ العظیم

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اپنی عزت کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں اللہ نے ان سب کیلئے مغفرت اور اجر عظیم تیار رکھا ہے (۳۵)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہٗ نے اپنے محبوب بندوں کے دس طبقات کا ذکر فرمایا ہے، مسلمان مرد عورت سے مراد جنہوں نے اللہ اور رسول اللہ کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اسلام کو اپنے لئے ضابطہ حیات کے طور پر قبول کرلیا ہے اور اسی نظام کے تحت اپنی زندگی گزارنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ مومن مرد عورت سے مراد وہ افراد ہیں جن کی فرمانبرداری دل کی گہرائیوں سے ہے، زبانی کلامی نہیں اسی کو حق جانتے ہیں جو انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے ان کے دل و دماغ ایک ہیں ان کے نفس و ذہن ایسے نہیں کہ جو حکم قرآن وسنت سے ثابت ہو وہ نامناسب سمجھیں۔ اس کیفیت کو حدیث شریف میں اس طرح فرمایا گیا ''وہ شخص ایمان کی لذت سے آشنا ہو گیا جو اس بات پر راضی ہوا کہ اللہ اس کا رب ہے اسلام اس کا دین ہے اور محمد اس کے رسول ہیں۔

قانتین اور قانتات وہ ہیں جو ہمیشہ اپنے رب قدوس کی بارگاہ میں اس کی عبادت کیلئے کمر بستہ رہیں، یہ صورت حال نہ ہو کہ جب جی چاہا عبادت کرلی جب نہ چاہا نہ کی، قنوت ایسی اطاعت کو کہتے ہیں

جس میں نافرمانی کی ملاوٹ نہ ہو۔ صادقین او ر صادقات وہ ہیں جو قول میں بھی سچے ہوں اور عمل میں بھی، نہ ان کی زبان پر جھوٹ ہے نہ ان کے دل میں کھوٹ ہے۔ صابرین اور صابرات وہ ہیں جو حق وصداقت کے دامن کو تھام کر اس پر ثابت قدم ہیں، عمل صالح کا فیصلہ کرلیا ہے تو وہ کرنا بھی ہے اس کام کی ادائیگی میں ان کے سامنے کوئی مشکل تنگی سستی آڑے نہیں آتی اور اپنے دامن کو گناہوں کی آلودگی سے محفوظ رکھتے ہیں، بڑی سے بڑی سختی کا مقابلہ کرکے استقامت میں کمزوری پیدا نہیں ہونے دیتے۔ خاشعین و خاشعات وہ ہیں جو سراپا عجز وانکساری سے زندگی گزارتے ہیں، تکبروغرور کا ان میں نام ونشان نہیں ہوتا ''ولا تمش فی الارض مرحا '' کے ارشاد کی کھلی تصویر ہوتے ہیں، غرورنفس سے خالی ہیں وہ اس حقیقت پر کاربند ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، ان کے دل اُن کے جسم اللہ کے حضور جھکے ہیں ان پر خدا کا خوف طاری رہتا ہے، متصدقین و متصدقات وہ ہیں جو صدقہ وخیرات کی ادائیگی میں کمی نہیں کرتے، زکوۃ بھی اس میں شامل ہے، وہ اللہ کی راہ میں کھلے دل سے اس کا دیا ہوا مال خرچ کرتے ہیں، غرباء، فقراء کی مدد کرتے ہیں کوئی محتاج کوئی ضرورت مند ان کے فیض سے محروم نہیں رہتا۔ دین اسلام کی سربلندی کیلئے مال لٹادیتے ہیں، بخل سے بچتے ہیں۔

صائمین و صائمات وہ ہیں جو فرض ونفل روزوں میں دلچسپی رکھتے ہیں، فرض روزوں میں کوتاہی نہیں کرتے اور نفلی روزوں کا شوق بھی ان کے دامن گیر رہتا ہے۔ حافظین و حافظات وہ ہیں جو اپنے دامن عصمت کو آلودہ نہیں ہونے دیتے، حالات جیسے بھی ہوں اپنے رب قدوس کی نافرمانی سے بچتے ہیں گناہوں سے بچنا ان کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے نیکی کی محبت گناہوں کی نفرت ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، زنا سے بچتے ہیں، ننگے ہونے سے پرہیز کرتے ہیں گناہوں کے تمام ذرائع سے دور رہتے ہیں۔

ذاکرین و ذاکرات وہ ہیں جو اپنی زندگی کے ہر شعبہ ہر لحہ میں اپنے خدا کو یاد رکھتے ہیں، اور یہ صورت

اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دل میں خدا کا خوف رچ بس جائے، اس صورت میں جو کام بھی ہوگا خدا کی یاد دامنگیر ہوگی کسی بھی کام کے شروع کرنے میں بسم اللہ یاد آئے گی کام ختم ہونے پر الحمد للہ کے الفاظ جاری ہوں گے نعمت کے ملنے اور گناہ سے بچنے پر خدا کا شکر ادا کرے گا، زندگی کے ہر موڑ پر اپنے خدا کو یاد رکھے گا۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضورﷺ سے پوچھا گیا یارسول اللہ جہاد کرنے والوں میں سب سے زیادہ اجر پانے والا کون ہے؟ فرمایا جو اللہ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہے، اسی طرح نماز، روزہ، حج زکوٰۃ صدقہ دینے والوں میں بھی سب سے زیادہ اجر اس کا فرمایا جو خدا کو زیادہ یاد کرتا ہے، ان مقبولین بارگاہ کی فہرست کے بعد فرمایا ایسے لوگوں کیلئے مغفرت ہے اور عظیم اجر ہے۔

وَصلّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾

صدق اللہ العظیم

اور نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کیلئے یہ جائز ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو ان کیلئے اس کام میں کوئی اختیار ہو اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو بے شک وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا (۳۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضور سید عالمﷺ نے بنو ہاشم کی ایک معزز خاتون (اپنی پھوپھی زاد بہن) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنے آزادہ کردہ غلام حضرت زید کیلئے شادی کا پیغام بھیجا انہوں نے اور ان کے بھائی عبداللہ نے اس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم باعتبار خاندان ونسب کے ان سے اشرف ہیں، سیدنا جبریل امین علیہ السلام یہ آیہ کریمہ لے کر نازل ہوگئے کہ کسی

مومن مرد اور عورت کو اجازت نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا رسول اُسے کوئی حکم دے دے تو وہ انکار کر دے جو نہی یہ آیہ مقدسہ حضرت زینب اور ان کے بھائی عبداللہ نے سنی تو فوراً حضرت زید سے نکاح کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی چنانچہ پھر حضورﷺ نے خود یہ نکاح پڑھایا۔ حق مہر اپنی طرف سے ادا کیا یہ رقم دس دینار تھی ایک بار برداری کا جانور بھی دیا، زنانہ جوڑا دیا، قریباً پچیس سیر کھجور بھی دی۔

اگرچہ یہ حکم ایک خاص موقعہ پر نازل ہوا مگر یہ ضابطہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد پر لاگو ہے، اِس ضابطہ سے کوئی طبقہ کوئی فرقہ کوئی ادارہ خارج نہیں، مسلمان ہونے کی حیثیت سے حضورﷺ کی اطاعت کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں اس ضابطہ سے انکار کرنے والوں کو تنبیہ کر دی گئی ہے کہ جس کسی نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلی گمراہی میں پھنس گیا۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، حضرت زید ان کے ہم کفو نہیں، میاں بیوی دونوں الگ الگ خاندانوں سے وابستہ ہیں مگر نکاح ہو گیا ہے۔ بہتر ہے خاندان ایک ہو کہ میاں بیوی کے تعلقات اچھے خوشگوار ماحول میں بڑھیں تاہم اگر کسی مجبوری کے باعث کسی اعلیٰ خاندان کی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے خاندان میں ہو گیا تو نکاح شرعاً جائز درست ہوگا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ

(اے محبوب کریم) یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۤىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷

صدق اللہ العظیم

اور آپ کو لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ آپ کے خوف کا زیادہ مستحق ہے پھر جب زید نے طلاق دے کر اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ سے اس کا نکاح کر دیا تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جب وہ طلاق دے کر بے غرض ہو جائیں تو وہ اُن سے نکاح کر سکیں اللہ کا حکم تو بہر حال ہونے والا تھا (۳۷)

تفسیر

آیہ مقدسہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید کے نکاح کا ذکر ہے، خلاصہ یہ ہے حضرت زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہو گیا۔ پچھلی آیہ مبارکہ میں تفصیل گزر گئی حضورﷺ کے چاہنے سے ایسا ہوا مگر دونوں کے مزاجوں میں موافقت نہ ہو سکی، حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نسبی شرافت کی بناء پر اپنے کو اونچا سمجھنے اور اطاعت میں کوتاہی کرنے کی شکایت کیا کرتے تھے۔ دوسری طرف رسول اللہﷺ کو بذریعہ وحی بتا دیا گیا تھا کہ زید ان کو طلاق دے دیں گے اور اس کے بعد زینب آپ کے نکاح میں آئیں گی۔

ایک دن حضرت زید نے حضورﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی اور طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا اگر چہ بذریعہ وحی حضورﷺ کو علم ہو گیا تھا کہ یہ واقعہ یوں ہی پیش آنے والا ہے کہ زید انہیں طلاق دے دیں گے مگر حضورﷺ نے حضرت زید کو طلاق دینے سے روکا۔ پہلی بات تو یہ اگر چہ طلاق دینا اسلام میں جائز ہے مگر

پسندیدہ نہیں، دوسری بات یہ بھی قلب انور پر گزری طلاق کے بعد حضرت زینب کا نکاح آپ سے ہوا تو لوگ طعنہ دیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا اگرچہ قرآن مقدس نے تو اس بے معنیٰ اعتراض کو ختم کردیا ہے تاہم جاہلانہ رسم ورواج کے پیش نظر لوگ زبان طعن دراز کریں گے، یہ اندیشہ بھی حضرت زید کو طلاق دینے سے منع کرنے کا سبب بنا۔

اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبوب کریم ﷺ سے فرمایا گیا اس وقت کو یاد کرو جب آپ اس شخص کو کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا، حضرت زید پر پہلا انعام تو یہ فرمایا کہ ان کو مشرف بہ اسلام کردیا، دوسرا انعام یہ فرمایا کہ زید کو آپ کی صحبت کا شرف ملا، محبوب آپ نے اس پر یہ انعام کیا کہ غلامی سے آزاد کردیا، دوسرا یہ کہ زید کی تربیت فرما کر ممتاز کردیا کہ بڑے بڑے صحابہ بھی ان کی تعظیم کرتے تھے۔

آگے وہ قول نقل فرمایا جو آپ نے زید سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو اور خدا سے ڈرو۔ خدا سے ڈرنے کا حکم اس جگہ پر اس معنی میں بھی ہوسکتا ہے کہ طلاق اچھا کام نہیں مکروہ فعل ہے، اس سے بچو یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ طلاق سے رکنے کے بعد ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں، آپ کا یہ فرمانا اپنی جگہ پر درست تھا مگر وحی کے ذریعہ اس کا علم ہو جانے پر آپ کا یہ انداز خیر خواہی کے درجہ میں تھا اور لوگوں کے طعنے کا اندیشہ بھی تھا۔ یہ بارگاہ قدس سے فرمایا گیا کہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں جو چیز آپ نے دل میں چھپا رکھی تھی وہ یہ تھی کہ زید نے زینب کو طلاق دے دی تو آپ وحی خداوندی کی روشنی میں سیدہ زینب سے نکاح فرمائیں گے۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتادیا تھا کہ زید زینب کو طلاق دینے والے ہیں اور اس کے بعد وہ آپ کے نکاح میں آئیں گی۔ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کے حوالہ سے ذکر کیا ہے ''ستکون من ازواجه'' زینب بھی ازواج مطہرات میں داخل ہوں گی، حضور سید عالم ﷺ کے اس نکاح کی حکمت کو قرآن مقدس نے واضح کر

دیا کہ سیدہ زینب کے نکاح سے مسلمانوں کو اس معاملہ میں کوئی عملی تنگی پیش نہ آئے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر سکیں۔ ''زوجنکھا'' کے ارشاد سے اس نکاح کی عظمت کا ذکر ہے، امتیاز ہے شرف ہے کہ ہم نے نکاح کر دیا یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے نکاح کا حکم دے دیا اب آپ شرعی قواعد کے مطابق نکاح کر لیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس شرف کو خود بھی خواتین کے سامنے بیان کیا ہے کہ تمہارا نکاح تو تمہارے والدین نے کیا میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿۳۸﴾ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۴۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور نبی پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کیلئے مقرر فرما دیا یہ اللہ کا دستور ہے جو اُن اُمتوں میں بھی رہا جو پہلے گزر چکی ہیں اور اللہ کے کام مقرر شدہ اندازوں پر ہوتے ہیں (۳۸) جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے (۳۹) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (۴۰)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، یہود و منافقین نے حضور ﷺ کی ازدواجی زندگی پر اعتراض کیا، یہ کیسا رسول ہے دوسروں کیلئے شادی پر پابندی ہے کہ وہ بہ یک وقت چار بیویوں سے زیادہ نکاح میں

نہیں رکھ سکتے مگر اپنے لئے یہ ضابطہ نہیں گویا حضور ﷺ کی کثرت ازواج پر اعتراض تھا تو جواب دیا گیا کہ نبی پر کسی ایسے کام کی پابندی نہیں جسے حلال کر دیا گیا ہے۔آج تم رسول اللہ ﷺ پر تو زبان اعتراض کھول رہے ہو کہ ان کی بیویاں زیادہ ہیں مگر داؤد علیہ السلام کے عمل پر خاموش ہو جن کی سو (۱۰۰) بیویاں تھیں۔ سلیمان علیہ السلام کے عمل پر تمہاری زبانیں خاموش ہیں جن کی تین سو بیویاں تھیں، حیرت ہے تم انہیں مقدس رسول مانتے ہو ان کی نبوت کے قائل ہو۔توراۃ و زبور کی اس حقیقت بیانی پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ حضور ﷺ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کی بیویاں زیادہ تعداد میں تھیں، اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی انبیاء کو اجازت دی تھی اور محبوب کریم کو بھی اجازت دی ہے، تمہیں اعتراض کا حق نہیں پہنچتا اور اللہ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا جو لوگ اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور انہیں اللہ کے بغیر کسی کا خوف نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی عظیم ہستیاں جو نبوت کا کام سرانجام دیتی ہیں، اُنہیں خدا کے بغیر کسی کا ڈر نہیں اگر وہ لوگوں کا ڈر رکھیں تو نبوت و رسالت کی ذمہ داریوں کو نبھائیں گے کیسے؟

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا محاسبہ کیلئے اللہ ہی کافی ہے یعنی ہر خوف و خطر کے مقابلہ میں اللہ کافی ہے، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ حساب لینے کیلئے اللہ کافی ہے اس کے بغیر کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، دشمنوں کی طرف سے حضور ﷺ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا تھا کہ آپ نے اپنے منہ بولے بیٹے ''زید'' (رضی اللہ عنہ) کی مطلّقہ سے نکاح کیا ہے حالانکہ شریعت میں بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے اس اعتراض کا جواب دیا گیا، محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، یعنی جس شخص کی مطلّقہ سے نکاح ہوا ہے وہ بیٹا تھا کب؟ کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا۔آگے فرمایا وہ اللہ کے رسول ہیں رسول ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ جس حلال شے کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس

کے بارے میں اصلاح کر دیں اور کسی کو شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں پھر تاکید فرمائی گئی ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں کہ اگر قانون میں کوئی کمی رہ جائے تو آنے والا پوری کرے۔ لہذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ اس جاہلانہ رسم کا خاتمہ بھی حضور ﷺ خود ہی کر کے جائیں۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اُسے معلوم ہے حضور ﷺ کے ہاتھوں اس جاہلانہ رسم کا ختم کرا دینا کیوں ضروری تھا، ایسا کرنے میں کیا قباحت تھی؟

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جس دور میں بھی اس عقیدہ کے خلاف آواز اُٹھی تو اُسے شدت سے دبا دیا گیا، ملت اسلامیہ مختلف گروہوں میں بٹی ہوئی ہے مگر اس عقیدہ ختم نبوت پر سبھی ایک ہیں۔ مسیلمہ کذاب نے اپنی جھوٹی نبوت کا نعرہ بلند کیا تو اس کی سرکوبی کیلئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمت بخشی، آپ نے اُس کا قلع قمع کیا۔ پاکستان میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت کو غیر مسلم اور اقلیت قرار دلانے کیلئے تحریک ختم نبوت چلی تو تمام مکاتب فکر نے بہ یک زبان اس جماعت کو اسلام سے خارج قرار دینے کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ علماء نے قید و بند کی صعوبتوں کو فخر سے برداشت کیا، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اس تحریک میں مجھے بھی ۱۳ یا ۱۴ ماہ تک جیل رہنے کی سعادت ملی۔ اللہ کا شکر ہے پاکستان میں قادیانی جماعت اقلیت قرار دی جا چکی ہے۔ تحریک ختم نبوت کی کامیابی کا سہرا علامہ مولانا شاہ احمد نورانی کے سر ہے، مرزا ناصر قومی اسمبلی میں ۱۸۰ سوالات میں لاجواب ہو کر شکست سے دوچار ہوا۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں حضور ﷺ کے بے شمار ارشادات ملتے ہیں کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین میں ہے ''وانا خاتم النبیین'' میں خاتم النبیین ہوں۔ ایک اور حدیث شریف میں جسے امام ترمذی نے بیان کیا ہے، میں ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں ''و ختم لی النبیون'' میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے انس بن مالک

روایت کرتے ہیں''ان الرسالة والنبوۃ قد انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی''رسالت ونبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا نہ نبی۔ابن ماجہ میں ایک اور حدیث شریف اس طرح ملتی ہے،''انا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم''میں آخری نبی ہوں اورتم آخری اُمت ہو۔

امام بخاری نے فضائل صحابہ کے عنوان میں یہ روایت نقل کی ہے،حضورﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا علی میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ابوداؤد شریف کتاب الفتن میں ایک اور حدیث اس طرح ملتی ہے،جسے حضرت ثوبان نے روایت کیا ہے حضورﷺ نے فرمایا میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بننے کا جنون ہوا اس نے اپنے کو کبھی مسیح کہا،کبھی کلیم کہا کبھی محمد احمد کہا(معاذ اللہ)کبھی تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا،جہاد کو منسوخ قرار دیا۔بالآخر مرزائیت اپنی موت مرگئی،دنیا بھر کی ملت اسلامیہ اس جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج مانتی ہے۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلقِہٖ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ ٱلَّذِى يُصَلِّى عَلَيْكُمْ وَمَلَٰٓئِكَتُهُۥ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ۚ وَكَانَ بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُۥ سَلَٰمٌ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ﴿٤٤﴾

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو(۴۱)اور صبح وشام اس کی تسبیح کیا کرو(۴۲)وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے اور وہ مومنوں پر بے حد رحم فرمانے والا ہے(۴۳)جس دن وہ اس سے ملاقات کریں گے تو ان کو سلام پیش کیا جائے گا اور اس نے ان کیلئے عظیم اجر تیار کر رکھا ہے(۴۴)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو حکم فرمایا جا رہا ہے ایمان والو! جس اللہ رب العزۃ نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے نوازا اور اپنے محبوب کریم ﷺ کی اُمت سے بنایا اور سلسلہ نبوت اُسی آخر الزماں رسول پر ختم کیا اور تمہیں یہ شرف بخشا ہے کہ اُس خاتم النبیین کی اُمت سے ہو، تمہیں چاہئے اللہ رب العزۃ کی نعمتوں پر شکر ادا کرو تمہارے دن کی صبح و شام ذکر الٰہی سے وابستہ رہے، کثرت سے اللہ کی یاد کرنے کے متعلق بہت سی روایات احادیث ملتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا بکثرت اللہ کا ذکر کرو کیونکہ بکثرت اللہ کا ذکر کرنے سے زیادہ اللہ کو کوئی عمل محبوب نہیں۔

وہ اللہ جس کا صبح و شام ذکر کرو، وہ ہے جو تم پر رحمتیں نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ پر صلوٰۃ بھیجنے کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے فرشتوں کے سامنے اپنے محبوب بندے کی تعریف فرماتا ہے۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ فرشتے اللہ کے حضور اس بندے کے بارے میں بخشش کی درخواست کرتے ہیں، اللہ سے اس کی معافی چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال دے اگر یہ بندے کسی غلطی کی بناء پر راستہ سے بھٹک گئے ہیں تو اللہ انہیں سیدھی راہ پر چلا دے۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے اگر بندہ اپنے رب قدوس سے تعلق پیدا کرنے میں کسی وجہ سے کمزور ہو گیا ہے اور بارگاہ قدس تک جانے کی راہ نہیں مل رہی تو اللہ اُس کے دل کو اپنی محبت کی طرف مائل کر دیتا ہے اور وہ کٹھن مرحلے طے ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے ایماندار بندوں پر ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

ایمانداروں کی عظمت کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے جب ایماندار لوگ بارگاہِ قدس میں حاضر ہوں گے تو ایک دوسرے کو سلام کہیں گے، امن کی خوشخبری سنائیں گے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اپنے رب ذوالجلال کی زیارت سے بہرہ مند ہوں گے اور رب کی طرف سے دعا دی جائے گی، سلامت رہو اور ان کے لئے عظیم اجر تیار ہوگا۔ اس مقام پر کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کی تلقین میں مسلمانوں کو اشارہ ہے جب

دشمن کی طرف سے طعن وتشنیع ، حسد ودشمنی کی آگ تیز ہو تو ایسی حالت میں ایماندار کا کام یہ ہے کہ خدا کو کثرت سے یاد کرے، دشمنوں کی سازشوں کا بہتر علاج خدا کی یاد ہے، وہی کارساز ہے وہی مددگار ہے دشمن جو تم پر زیادتی کر رہا ہے یہ محض اس کا حسد ہے کہ اللہ نے تمہیں انعامات سے نوازا ہے۔

وَصلّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِينَ وَالْمُنٰفِقِينَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿۴۸﴾

صدق اللہ العظیم

اے نبی ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (۴۵) اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر (۴۶) اور مومنوں کو بشارت دیجئے کہ ان کیلئے اللہ کا بہت بڑا فضل ہوگا (۴۷) اور آپ کفار ومنافقین کی بات نہ مانیں اور ان کی ایذاء رسانیوں کو نظر انداز کر دیں اور اللہ پر توکل کریں اور اللہ کافی کارساز ہے (۴۸)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہٗ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو کئی صفات مقدسہ سے نوازا ہے، آپ نبی ہیں، بھیجے گئے ہیں، گواہ ہیں، خوشخبری دینے والے ہیں، ڈر سنانے والے ہیں، اللہ کی طرف بلانے والے ہیں، روشن چراغ ہیں، ان عظیم صفات کا ذکر فرما کر حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے، محبوب کریم ﷺ! آپ کفار ومشرکین کی سازشوں کی پرواہ نہ کریں ان کی دشمنی بہتان وافتراء کے طوفان آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، دشمنوں کو بھی بتایا جا رہا ہے کہ جس شخصیت سے تم دشمنی کر رہے ہو وہ کوئی معمولی شخصیت نہیں، وہ

ان عظیم صفات کا مالک ہے تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔

حضور ﷺ کو ''النبی'' فرما کر ان کے مقام نبوت کو ممتاز فرمایا گیا ہے، ہم نے اُسے گواہ بنا کر بھیجا ہے اللہ کے دین کی صداقت کا گواہ ہے، گواہ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ آپ کا عمل آپ کی سیرت، آپ کا کردار اس بات پر گواہ ہے کہ وہ اپنی دعوت میں کس قدر سچے اور مخلص ہیں، گواہ کا یہ معنی بھی ہے کہ آپ قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کے ارشادات کو لوگوں تک صحیح صحیح پہنچا دیا ہے، اس میں قطعی کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور تبھی اللہ کی حجت لوگوں پر قائم ہوگی، گواہ کا ایک معنی یہ بھی ہے سورۂ البقرہ ۱۴۳ میں ہے ''اے مسلمانو! اسی طرح ہم نے تم کو اُمت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہوں'' قرآن مقدس کے ایک اور مقام پر حضور ﷺ کے شاہد ہونے کا ذکر اس طرح ملتا ہے ''وجئنا بك علی هؤلاء شهيدا'' اے محبوب! تمہیں ان لوگوں پر گواہ کی حیثیت سے لائیں گے'' شاہد کی تفسیر کرتے ہوئے ابن کثیر نے یہ لکھا ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ علامہ آلوسی نے شاہد کی تفسیر کرتے لکھا ہے حضور اپنی اُمت پر گواہی دیں گے کیونکہ حضور ان کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ روزِ قیامت ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے، اس مقام پر مولانا جلال الدین رومی کا ایک شعر بھی اس نظریہ کی تائید کرتا ہے۔

در نظر بودش مقامات العباد
زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

بندوں کے مقامات حضور کی نظر میں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام پاک شاہد رکھا

حضور ﷺ کی صفات مقدسہ میں ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ خوشخبری دینے والے ہیں اطاعت گزاروں کو جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔ ایک لقب ''نذیر'' فرمایا گیا کہ آپ نے لوگوں کو برائی سے روک کر آخرت کے عذاب سے ڈرایا، یہ کام بہت مشکل تھا کسی متعصب، ہٹ دھرم کو بُری راہ سے ہٹا کر نیکی کی راہ

پر چلایا جاتا۔ ''باذنہ'' فرما کر بتایا گیا، محبوب یہ مشکل کام ہم نے تیرے لئے سہل کر دیا اور روشن کرنے والا آفتاب بنا کر بھیجا سراج کا معنی چراغ بھی ہے مگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے ایک نعتیہ کلام میں شمس فرمایا ہے۔

لـنـا شـمـس ولـلآفـاق شـمـس

وشـمـسـی خیـر مـن شـمـس السماء

دنیا والو! تمہارا بھی ایک سورج ہے اور ہمارا بھی، فرماتی ہیں میرا سورج آسمان کے سورج سے بہت بہتر ہے

وشـمـس السـمـاء تـطـلع بعد فجر

و شـمـسـی طـالـع بـعـد الـعشـاء

فرماتی ہیں آسمان کا سورج تو فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور میرا سورج راتوں کو بھی جگمگاتا ہے۔

حضور ﷺ کے اوصاف و کمالات کے ذکر کے بعد فرمایا گیا محبوب آپ ایمانداروں کو خوشخبری سنائیں کہ اللہ کی طرف سے ان پر بہت بڑا فضل ہے کہ اللہ نے انہیں بے شمار کمالات والا رسول دیا ہے، محبوب! آپ کفار و منافقین کا کہا نہ مانیں اور ان کی طرف سے تکالیف کی پرواہ نہ کریں، اللہ پر بھروسہ کریں وہ آپ کا کارساز ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَـالیٰ عَلیٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَـا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ
ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ
فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۴۹
يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ
اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ
مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَ
بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ
خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً
مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ
اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً
لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا
فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۰

صدق الله العظيم

اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لئے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں جس کا تم شمار کرو سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ کی چیزیں دے کر حسن سلوک سے ان کو رخصت کرو (۴۹) اے نبی! ہم نے آپ کیلئے آپ کی ان ازواج کو حلال کر دیا ہے جن کا مہر آپ ادا کر چکے ہیں اور آپ کی ان کنیزوں کو جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت سے عطا فرمائی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ مومنہ عورت بھی جس نے اپنا نفس آپ کیلئے ہبہ کر دیا اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں یہ حکم صرف آپ کیلئے مخصوص ہے عام مسلمانوں کیلئے نہیں، بے شک ہم اس چیز کو جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے متعلق فرض کی ہے، آپ کیلئے اس لئے ہے کہ آپ پر کوئی دشواری نہ ہو اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے (۵۰)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں شریعت مطہرہ کا ایک ضابطہ بیان کیا جارہا ہے اگر کوئی شوہر اپنی منکوحہ کو اس حالت میں طلاق دے دے کہ بیوی سے خلوت صحیحہ نہیں کی تو اس مطلقہ کے بارہ میں ارشاد ہے اس عورت پر عدت گزارنے کا کوئی مسئلہ نہیں، طلاق دینے والے کو یہ فرمایا گیا کہ جب طلاق دے تو اس کو اپنی مالی معاونت کے ساتھ رخصت کردے، اس موقعہ پر اس سے بے مروتی کا ثبوت نہ دے، دلجوئی کرے کہ تم نے اسے طلاق دے کر اس کی دل شکنی کی ہے، ایسی صورت نہ چاہئے اگر عورت پسند نہیں تو اس کے عیب خامیاں بیان کر کے اُسے رسوا کرے پھر کوئی اور اُسے لینے کیلئے تیار نہ ہو اس کی بدنامی سے بچے۔

اگر اس کا حق مہر مقرر تھا تو آدھا حق مہر دینا ضروری ہے، مہر مقرر نہ ہونے کی صورت میں کپڑوں کا جوڑا دینا ضروری ہے۔ حضورﷺ سے فرمایا گیا ہے اے نبی کریم! ہم نے آپ پر آپ کی بیویاں حلال کردی ہیں جن کے آپ حق مہر ادا کرچکے ہیں اور وہ کنیزیں جو اللہ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں۔

حضورﷺ کی کثرت ازواج کے بارہ میں بھی دشمنوں نے بے سروپا اعتراضات کئے جن کی کوئی حقیقت نہیں سب سے پہلی بات تو یہ کہ حضورﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے بھی کئی شادیاں کیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے، سیدنا سلیمان علیہ السلام نے توراۃ میں وضاحت سے بیان کیا گیا مگر ان پر اعتراض نہیں ان کی نبوت کے بھی قائل ہیں، حضورﷺ پر یہ اعتراض محض حسد ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں دشمنان اسلام کا حضورﷺ پر شادیوں میں دل چسپی کا الزام اس طرح ختم ہوجاتا ہے کہ آپ نے سب سے پہلی شادی جو فرمائی تو وہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہے، اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال ہے جبکہ سیدہ خدیجہ کی عمر ۴۰ سال ہے، اس سے یہ اعتراض ختم ہوجاتا ہے کہ حضورﷺ کی شادیاں نفسانی خواہشات کے پیش نظر تھیں۔ (معاذ اللہ) حضرت خدیجہ کے وصال تک آپ نے کوئی شادی نہیں کی حضرت خدیجہ کے وصال کے بعد ایک معمر خاتون حضرت سودہ سے نکاح فرمایا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کے سبب ہوا، حضرت حفصہ کے پہلے شوہر خنیس بن حذافہ فوت ہو چکے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کے باعث پریشان رہتے تھے، آپ نے نکاح فرما کر عمر فاروق کو سکون دیا غرضیکہ حضور ﷺ کی شادیاں دین اسلام کی تبلیغ کے باعث ہیں، نفسانی خواہشات کو قطعی دخل نہیں۔ آیہ مبارکہ میں چند خواتین کی فہرست فرمائی گئی جن سے نکاح کی اجازت عطا فرمائی کہ جو خواتین بطور غنیمت آپ کو عطا ہوئیں۔ غزوۂ بنی قریضہ کی کنیزاؤں میں حضرت ریحانہ، غزوہ بنی المصطلق میں حضرت جویریہ، غزوۂ خیبر میں حضرت صفیہ اور مقوقس مصر کی بھیجی ہوئی حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے لئے مخصوص فرمایا۔ پہلی تینوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا تھا۔

یا آپ کے چچا کی بیٹیاں، پھوپھیوں کی بیٹیاں، آپ کے ماموں کی بیٹیاں آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں اور جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی، یہ معنی نہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہو معنی یہ ہے کہ وہ بھی راہ خدا میں ہجرت کر چکی ہوں۔ (نصاریٰ میں چچا، ماموں، خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہ تھا اُس ضابطہ کو توڑ دیا گیا۔) اور وہ مومن عورت جو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے، یہ اجازت صرف آپ کیلئے ہے دوسرے مومنوں کیلئے نہیں یعنی اگر کوئی مومن عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے پیش کرے اور حضور اُسے قبول فرما لیں تو اس کا مہر ادا کرنا ضروری نہیں اور یہ بات حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے، عام مسلمانوں کیلئے بغیر مہر کے نکاح جائز نہیں مگر حضور ﷺ نے اس رخصت کے باوجود ہر ایک کا مہر ادا کیا۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا ہمیں اچھی طرح علم ہے جو کچھ ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے سلسلہ میں مقرر کیا ہے تا کہ آپ کو کسی قسم کی تنگی نہ ہو، اللہ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ آپ پر چار بیویوں کی پابندی ختم کر کے اس تنگ دائرے کو وسیع کر دیا کہ تبلیغ دین کیلئے مردوں کی طرح عورتوں کی ضرورت ہے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات نے اپنے اپنے قبائل میں زبردست دینی خدمات انجام دیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ
مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ
اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ
اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ
قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾
لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ
تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ
حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ
كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

صدق الله العظیم

ان ازواج میں سے آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس بیوی سے آپ الگ ہو چکے ہیں اگر اس کو پھر طلب کر لیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں اس حکم سے یہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہیں ہوں گی، اور وہ سب اس پر راضی رہیں گی جو آپ اُنہیں عطا کریں گے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ بہت علم والا ہے بے حد حلم والا ہے (۵۱) ان ازواج کے علاوہ مزید خواتین آپ کیلئے حلال نہیں اور نہ ان ازواج کو دوسری خواتین سے تبدیل کرنا خواہ ان کا حسن آپ کو پسند ہو، ماسوا آپ کی کنیزوں کے اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے (۵۲)

تفسیر

بیبیوں کے ساتھ اچھی زندگی گزارنے کیلئے نہایت ضروری ہے کہ ان سے انصاف ہو، حسن سلوک ہو اور مساوی سلوک ہو حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس حکم سے بھی مستثنیٰ قرار دے دیا ہے کہ آپ پر امہات المومنین کے درمیان مساویانہ سلوک کی کوئی پابندی نہیں مگر اس حکم کے باوجود حضور ﷺ نے ہمیشہ ہر بیوی سے عدل وانصاف کا اصول سامنے رکھا کسی سے زیادتی ناانصافی کا کوئی پہلو روا نہ رکھا یہ حسین نظام اس لئے

تھا کہ خانگی جھگڑے پیدا نہ ہوں اس لئے بھی تھا کہ حضور ﷺ کی طبع اقدس میں نا انصافی کا شبہ تک نہ تھا۔ حضور ﷺ کو پورے اختیارات دے دیئے کہ ازواج مطہرات سے جس کے ساتھ جو چاہیں برتاؤ کریں۔ مگر اختیارات پا لینے کے بعد بھی حضور ﷺ نے پورا پورا انصاف فرمایا ہے کسی کو کسی پر ترجیح نہ تھی ہر گھر میں با قاعدہ باری مقرر کر کے تشریف لے جاتے اور سب سے یکساں سلوک کرتے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آیہ کے نزول کے بعد بھی حضور ﷺ کا یہ طریقہ رہا، آپ ہم میں سے کسی بیوی کے ہاں کسی بیوی کی باری کے دن تشریف لے جاتے تو اسکی اجازت لے کر جاتے۔

ابو بکر جصاص نے عروہ بن زبیر سے روایت نقل کی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ باریوں کی تقسیم میں ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ بیویوں سے آپ کا انصاف حسن سلوک آپ کے اس عمل سے بھی واضح ہے۔ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ نے فرمایا جب حضور ﷺ اپنی آخری بیماری میں مبتلا ہوئے اور نقل وحرکت آپ کیلئے مشکل ہوگی تو آپ نے تمام ازواج سے اجازت طلب کی کہ مجھے عائشہ کے ہاں رہنے دو اور جب سب نے اجازت دے دی تو تب آپ نے آخری زمانہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں گزارا جیسے بیویوں کی تعداد کے سلسلہ میں حضور ﷺ کو اختیار تھا ایسے ہی ان سے معاملات میں بھی اختیار تھا۔ان معاملات واختیارات میں واضح حکمت یہ دکھائی دیتی ہے کہ حضور ﷺ کو ان کے خانگی معاملات میں کسی قسم کی پریشانی لاحق نہ ہو۔

اگلی آیہ پاک میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب تیری یہ ازواج جو تیرے ہر معاملہ میں ہر لمحہ تیری خدمت میں رہنا پسند کرتی ہیں انہوں نے دنیا کی آسائش کو ٹھکرا کر تیرا دامن تھاما ہے اللہ کو ان کا یہ ایثار پسند آیا ہے اور فرمایا محبوب اب کسی اور کو شرف زوجیت نہ بخشا جائے اگر چہ آپ کو کسی کا حسن پسند آئے۔ چنانچہ اس کے بعد حضور ﷺ نے کسی اور خاتون سے نکاح نہیں فرمایا، البتہ کنیزوں کے بارہ میں اجازت باقی رہی۔

''یا ایھاالنبی انا احللناک ---- سے لے کر --- و کان اللہ علی کل شی رقیبا'' تک حضور ﷺ کیلئے کئی احکام کاذکر فرمایا گیا ہے۔

پہلا حکم یہ تھا کہ ہم نے آپ کیلئے آپ کی موجودہ ازواج کو جن کا حق مہر ادا کر دیا ہے حلال کر دیا ہے۔دوسرا حکم یہ تھا کہ جو عورتیں آپ کے ملک میں ہیں وہ بھی حلال کر دی ہیں۔تیسرا حکم یہ تھا کہ چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں بھی حلال کر دی ہیں۔چوتھا حکم یہ تھا کہ اگر کوئی مسلمان عورت اپنے کو آپ کیلئے ہبہ کر دے اور بغیر مہر کے آپ سے نکاح کرنا چاہے تو وہ بھی حلال ہے،اس چوتھے حکم میں مومنہ کا لفظ خاص طور پر واضح کرتا ہے کہ حضور ﷺ کیلئے عورت کا مومن ہونا شرط ہے۔کتابیات یہود و نصاریٰ کی خواتین سے آپ کا نکاح نہیں ہوسکتا۔پانچواں حکم ہے کہ ازواج مطہرات میں سے جسے چاہیں مؤخر کر دیں جس کو چاہیں اپنے قریب کریں،اس عظیم اختیار کے ہوتے ہوئے بھی حضور ﷺ کا اپنی بیویوں میں حسن سلوک،اِخلاص،مساویانہ پہلو زبردست رہا ہے۔پچھلی سطور میں حضور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے اس عنوان پر حدیث شریف نقل کر دی گئی ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ٘ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کیلئے بلایا جائے اس وقت جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ، بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رُکتا اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی

هُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝۵۳

چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے پاکیزگی کا باعث ہے تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک اللہ کے نزدیک یہ سخت بات ہے(۵۳)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ حضورعلیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ حضور(علیہ السلام) سے اجازت چاہیں، بغیر اجازت داخل ہونا ممنوع فرمادیا گیا اور یہ داخل ہونا بھی اتنی دیر کیلئے کہ جب کھانا کھانے سے فارغ ہوجائیں تو فوراً چلے جائیں۔حضورعلیہ السلام کے گھر بیٹھنے کی یہ صورت نہ ہو کہ کھانا کھانے کے بعد گفتگو میں لگ جاؤ اور دیر کرو۔

حضورعلیہ السلام تو تمہیں چلے جانے کا حکم نہیں فرمائیں گے وہ کریم ہیں رحیم ہیں،خاموش رہیں گے مگر اللہ تعالیٰ ایسی باتوں پرخبردار کرنے سے حیاءنہیں فرماتا جن کا جاننا تمہارے لئے ضروری ہے کھانا پکنے کے انتظار میں بھی نہ بیٹھو کہ کھانا تیار ہو رہا ہے، پک جائے گا تو کھا کر جائیں گے،تمہاراایسا کرنا نبی کریم علیہ السلام کو ناگوار گزرتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں یہ ادب یہ احکام اگرچہ حضورعلیہ السلام اور آپ کی ازواج مطہرات کے بارہ میں نازل ہوئے مگر یہ حکم آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں، عام مسلمانوں کیلئے بھی یہ آداب ہیں۔ دوسرا ادب یہ فرمایا گیا ہے کہ کھانے کی دعوت بھی ہو تو وقت سے پہلے آکر کھانا تیار ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھ جاؤ، دو باتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے نہ تو بلا اجازت اندر داخل ہوں اور نہ ہی وقت سے پہلے کھانا پکنے کا انتظار کرو جب

بلایا جائے تو آؤ، تیسرا حکم یہ فرمایا گیا ہے کہ کھانے سے فارغ ہوں تو بیٹھے نہ رہو، چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اگر کہیں ایسی ضیافت ہے کہ کھانے کے بعد صاحب خانہ کو لوگوں کا بیٹھا رہنا ناپسند نہیں یا اس گروپ کے بعد دوسرے گروپ کو کھانا کھلانے کا پروگرام نہیں یا گھر والوں کی مصروفیت کا مسئلہ نہیں تو پھر یہ ضابطہ نہیں ہوگا جیسے آج کل پارٹیوں اور دعوتوں میں رواج چل نکلا ہے۔

اسی سے ملتا جلتا دوسرا حکم یہ فرمایا گیا اگر مردوں کو عورتوں سے کوئی چیز مانگنا ہے برتن ہے یا کھانا، دسترخوان ہے یا کوئی اور ضرورت کی شے تو وہ سامنے آ کر نہ مانگیں پردہ میں رہ کر مانگیں، یہ پردہ کا حکم مرد و عورت دونوں کو نفسانی وسوسوں سے پاک رکھنے کیلئے دیا گیا ہے۔

ان آیات کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ابن ابی حاتم سلیمان بن ارقم سے نقل کرتے ہیں یہ احکام ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئے جو بغیر دعوت کے کسی کے مکان پر جا بیٹھیں اور کھانے کا انتظار کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح ہے کہ کچھ لوگ انتظار میں رہتے اور کھانے کے وقت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے مکان میں جا کر بیٹھ جاتے اور باہمی باتوں میں مصروف رہتے، کھانا تیار ہو جاتا تو شریک ہو جائے۔

اس آیہ مبارکہ میں تیسرا حکم اس طرح ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی سے نکاح جائز نہیں چونکہ حضور ﷺ کی ازوج مطہرات ایمانداروں کی مائیں ہیں اور ماں سے کبھی بھی نکاح جائز نہیں۔ نکاح ناجائز ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپ کی وفات کا درجہ بھی ایسا ہے جیسے کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو، اس لئے آپ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کو ناجائز فرما کر بتا دیا گیا کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

آیہ مبارکہ میں پردے کا حکم نازل ہوا تو ازواج مطہرات کے گھروں میں پردے لٹکا دیئے گئے اور ایمانداروں کے گھروں میں بھی پردے لٹک گئے ۔ ملت اسلامیہ میں پردے کو کس قدر اہمیت ہے ۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہے مردوں عورتوں کو ملی جلی محفلیں، مخلوط طریقہ تعلیم، دفاتر میں مردوں عورتوں کے بے تکلف کام کرنا اسلامی روح کے خلاف ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَـا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

صدق اللہ العظیم

اگر تم کسی بات کو چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو تو بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (۵۴) ان خواتین پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ دادا اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنی ہم دین خواتین اور اپنی باندیوں سے پردہ نہ کریں اور تم اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے (۵۵)

تفسیر

یعنی اگر حضور ﷺ کے خلاف دل میں بھی کوئی بُرا خیال رکھے گا یا آپ کی ازواج مطہرات کے متعلق کسی کی نیت میں کوئی برائی چھپی ہو گی تو اللہ تعالیٰ سے وہ چھپی نہ رہے گی اور وہ اس کی سزا پائے گا۔ اس مضمون کو دہرا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے اِرادوں کو جانتا ہے تم کسی چیز کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کے سامنے سب ظاہر ہی ہے۔ اس میں تاکید ہے ذکر کئے گئے احکام میں کسی قسم کا شک وشبہ یا وسوسہ دل میں پیدا نہ ہونے دیں اور ذکر کئے گئے احکام کی مخالفت سے بچنے کا پورا اہتمام کریں۔

آیہ مبارکہ میں خواتین کیلئے پردہ کے سلسلہ میں بتادیا گیا کہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے محرم ہیں ان سے پردہ نہیں۔ اس آیہ کریمہ میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں کیا گیا، غالباً اس لئے کہ وہ عورت کیلئے ماں باپ کے منزلہ میں ہیں پھر ان کے ذکر کو اس لئے نہیں کیا کہ بھانجوں اور بھتیجوں کا ذکر آجانے کے بعد ان کے ذکر کی حاجت نہیں ہے کیونکہ بھانجے اور بھتیجے سے پردہ نہ ہونے کی جو وجہ ہے وہی چچا اور ماموں سے پردہ نہ ہونے کی وجہ بھی ہے (روح المعانی)

عورتوں کے حجاب کے سلسلہ میں یہ بات واضح رہے کہ پردہ نسواں کے سلسلہ میں پہلی آیہ حضرت زینب کے نکاح کے وقت نازل ہوئی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں واقعہ حجاب کو سب سے زیادہ اس لئے جانتا ہوں کہ میں اس وقت حضور ﷺ کی خدمت میں موجود تھا جب پردہ کیلئے یہ آیہ پاک نازل ہوئی تو آپ نے مردوں کے سامنے ایک چادر کا پردہ ڈال کر حضرت زینب کو مستور کر دیا۔ حجاب خواتین کا پہلا درجہ بھی ہے کہ گھروں میں رہیں جیسے قرآن مقدس کے ارشاد ''وقرن فی بیوتکن'' سے واضح ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں۔

پردہ کا دوسرا درجہ برقعے کے ساتھ پردہ ہے، ضرورت کے وقت جب عورت گھر سے باہر نکلے تو اس وقت کسی برقعہ یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلے جیسے حضور ﷺ کو حکم ملتا ہے کہ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور ایمانداروں کی خواتین سے فرمایئے'' یدنین علیھن من جلابیبھن '' اپنے پر لمبی چادر اوڑھیں۔ ''جلباب'' اس لمبی چادر کو کہتے ہیں جس میں عورت سر سے پاؤں تک مستور ہو جائے۔ پردہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سر سے پاؤں تک سارا بدن چھپا ہو مگر چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی ہوں۔ جن حضرات نے ''الا ما ظہر'' کی تفسیر چہرے اور ہتھیلیوں سے کی ہے ان کے نزدیک چہرہ اور ہتھیلیاں مستثنیٰ ہو گئیں اس لئے ان کا کھلا رکھنا جائز ہو گیا جن کے نزدیک یہ پردہ جائز ہے۔

ان کے نزدیک بھی یہ شرط ہے کہ فتنہ کا خطرہ نہ ہو مگر چونکہ عورت کی زینت کا سارا مرکز اس کا چہرہ ہے

اس لئے اس کو کھولنے میں فتنہ ہے انجام کار عام حالات میں ان کے نزدیک بھی چہرہ وغیرہ کا کھولنا جائز نہیں ، یہی مؤقف امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا ہے چونکہ فتنہ نہ ہونے کی شرط مفقود ہے اس لئے غیر محرموں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾

صدق اللّٰه العظیم

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں ، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور بکثرت سلام پڑھو (۵۶) بیشک جو لوگ اللہ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور اس کے رسول کو اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے اُن کیلئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے (۵۷)

تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاک علیہ السلام پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کا معنی ہے وہ ان پر برکت نازل فرماتے ہیں، نبی پاک ﷺ پر سلام پڑھنے کے ذکر کے تین معنیٰ ہیں پہلا معنی یہ کہ آپ کیلئے سلامتی ہو ایک معنیٰ یہ ہے کہ اللہ آپ کا محافظ ہو اور آپ کی رعائیت کرے اور آپ کا متولی اور کفیل ہو۔ سلام کا معنی ہے تسلیم کرنا اطاعت کرنا، صلوٰۃ کا معنی ہے تعظیم کرنا۔ نماز کو صلوٰۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ کی تعظیم ہے اور جب ہم کہتے ہیں "اللھم صل علی محمد" تو اس کا معنیٰ یہ ہے اے اللہ! نبی پاک کے ذکر کو بلند کر کے آپ کی تعظیم و تکریم فرما، آپ کی شریعت کو باقی رکھ، آپ کے پیغام کو بلند فرما۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اعزاز بخشا کہ فرشتوں کو حکم دیا آدم کو سجدہ کرو، سب نے سجدہ کیا مگر اس اعزاز میں اللہ تعالیٰ خود شامل نہیں ہوا جب حضورﷺ کو اعزاز بخشا ہے تو فرمایا ایمان والو تم بھی نبی پر درود پڑھو اور اس عمل میں مَیں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ آدم علیہ السلام کو اعزاز بخشا ہے تو وہ فرشتوں سے سجدہ کرایا ہے مگر صرف ایک مرتبہ مگر حضور پر درود پڑھنے کا جو اعزاز ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ کائنات ختم ہو جائے گی مگر حضورﷺ پر درود ختم نہیں ہوگا کہ اللہ پڑھتا ہے اور اس کے لئے فنا نہیں۔

آیہ مبارکہ میں حضورﷺ پر درود پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا گیا کوئی حالت مقرر نہیں کی گئی، زندگی میں جب چاہو جتنا چاہو چل کر پڑھو یا کھڑے ہو کر، ہاں یہ ضروری ہے کہ ادب واحترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے۔ درود وسلام پڑھنے کی جگہ گندی نہ ہو، تمہاری حالت خراب نہ ہو، انداز غلط نہ ہو۔

حضورﷺ کی ذات والا صفات پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے بارہ میں بہت سی احادیث مبارکہ ملتی ہیں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔ ایک اور حدیث شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے، خواہ تم کہیں ہو، ایک اور حدیث شریف میں یہ مضمون اس طرح ملتا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ پڑھی اللہ اس پر دس مرتبہ پڑھتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میرے قریب سب سے زیادہ وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضورﷺ نے فرمایا دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن ان کی روح قبض ہوئی اسی دن صور پھونکا جائے گا تم اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا

کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث پاک ہے حضور ﷺ نے فرمایا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ آیہ مبارکہ میں ہمیں درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے مگر ہم نہ تو حضور ﷺ کی شان رسالت کو کما حقہ جانتے ہیں اور نہ ہی حق ادا کر سکتے ہیں، اس لئے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے 'اللھم صل'' اے اللہ تو ہی اپنے محبوب کی شان ومنزلت کو جانتا ہے تو ہی ہماری طرف سے درود بھیج دے جو ان کی شان کے لائق ہے۔

آیہ مبارکہ میں صلوٰۃ وسلام دونوں کا حکم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے، کامل مکمل درود شریف وہی ہے جس میں صلوٰۃ وسلام دونوں ہوں، رہا یہ سوال کہ نماز میں جو ہم درود شریف پڑھتے ہیں اس میں تو سلام نہیں کیا یہ کامل نہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ کامل ہے کہ التحیات میں پہلے'' السّلام علیك ایھا النبی '' ہے جو حضور ﷺ پر واضح سلام ہے پھر دوسرا درود شریف ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٥٨

جو لوگ ایمان دار مردوں، ایماندار عورتوں کا بلاوجہ دل دکھاتے ہیں انہوں نے کوئی معیوب کام کیا نہیں تو انہوں نے اپنے سر بہتان باندھے اور کھلے گناہ کا بوجھ اُٹھالیا (۵۸)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے حضورﷺ کی ذات والا صفات پر درود وسلام پڑھنے کا حکم فرمایا اور ایمانداروں کو حکم دیا کہ وہ بھی صلوٰۃ وسلام پڑھیں، اس آیہ پاک میں ان بدنصیب لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں، ان پر دنیا وآخرت میں خدا کی لعنت ہے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دکھ پہنچانے کا یہ معنی ہے کہ اس کی شان میں نازیبا الفاظ کہے جائیں یا دکھ پہنچانے کا یہ معنی بھی ہے کہ بندے ایسے کام کریں جو اُسے ناپسند ہیں اور اس کے حکموں کی مخالفت کریں اپنی خواہشات کے پیچھے چلیں اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانا کسی نے اس کا بیٹا کہا، کسی نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا، رسول اللہﷺ کو تکلیف دینے کا یہ معنی ہے کہ آپ کی شان میں نازیبا کلمات کا استعمال ہو، آپ کے ارشادات کی مخالفت ہو۔ ایسے لوگوں کیلئے دردناک عذاب تیار ہے، اگلی آیہ پاک میں ایماندار مردوں اور عورتوں کو تکلیف پہنچانے والوں کے بارہ میں فرمایا گیا، انہوں نے بلاوجہ تنگ کیا یہ ان پر بہتان ہے اور بہت بڑا گناہ ہے کہ ایماندار مردوں، عورتوں پر جھوٹا الزام ان کی توہین، ان کی برائی کرنا، ان کا مذاق اڑانا یہ سب کچھ حرام ہے اللہ اور رسولﷺ کو ایذا دینے کو کفر قرار دیا گیا ہے اور ایماندار مردوں، عورتوں کو تکلیف پہنچانے کو کبیرہ گناہ فرمایا گیا ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، خواتین جب باہر قضاء حاجت کیلئے نکلتیں لوگ ان سے چھیڑ خانی کرتے، تنگ کرتے، ان خواتین نے لوگوں کا یہ رویہ اپنے خاوندوں سے ذکر کیا اور ان کے شوہروں نے حضورﷺ سے شکایت عرض کی تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔

جب عام ایماندار مردوں، عورتوں کی دل آزاری اتنا شدید جرم ہے تو صحابہ کرام، اہل بیت عظام کی دل آزاری کس قدر جرم ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے حضورﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو، دو مرتبہ یہی الفاظ فرمائے۔ ایک روایت یہ ہے کہ بعض منافقین سیدنا علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ سے بدتمیزی سے کلام کیا تو ان کی مذمت میں یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔ خلاصہ کے طور پر یہ ہے کہ حضور ﷺ کو کسی طرح بھی تکلیف پہنچانا کفر ہے اور ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ایمانداروں کو تکلیف پہنچانا حرام اور بہتان عظیم ہے۔ یہ عنوان حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے سب محفوظ رہیں، کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝٥٩ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝٦٠ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝٦١ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝٦٢

صدق اللہ العظیم

اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہئے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (اپنے منہ پر) لٹکا لیا کریں یہ اس کے بہت قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے (کہ یہ آزاد عورتیں ہیں) تو ان کو ایذاء نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے (۵۹) اگر منافق باز نہ آئے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے تو ہم آپ کو ضرور ان پر مسلط کر دیں گے کہ پھر وہ آپ کے پاس مدینہ میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکیں گے (۶۰) وہ لعنت کئے ہوئے ہیں وہ جہاں بھی جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ان کو چن چن کر قتل کیا جائے گا (۶۱)

جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی
اللہ کا یہی دستور تھا اور آپ اللہ کے دستور میں
ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے (۶۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، مدینہ منورہ کے باسی یہود و مشرکین اپنی بے شمار خبیث حرکات کے علاوہ یہ بھی کرتے تھے کہ جب خواتین اپنی کسی ضرورت کیلئے باہر نکلتیں تو یہ لوگ انہیں تنگ کرتے اور اس کمینی حرکت کو وہ کوئی برائی نہ سمجھتے تھے جب حضورﷺ نے سرزمین یثرب کو مدینہ منورہ بنایا اور مسلمان خواتین کو اپنی ضروریات کیلئے گھر سے نکلنا پڑتا تھا تو یہ یہود و مشرکین ان سے بھی یہی سلوک کرتے اگر انہیں اس بری حرکت سے روکا جاتا تو یہ کہتے ہم پہچان نہیں سکے تھے کہ یہ مسلمان خاتون ہے ورنہ ہماری کیا مجال تھی کہ چھیڑ خانی کرتے ،مسلمانوں نے اپنی اس تکلیف کا ذکر بارگاہ رسالت میں کیا، تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔اے نبی کریم! آپ اپنی ازواج مطہرات اپنی بیٹیوں اور تمام مسلمان خواتین کو یہ حکم دے دیں کہ جب گھروں سے باہر نکلیں تو بڑی چادر سے اپنے کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں، پھر اس کا ایک پلّو چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ خاتون مسلمان ہے۔اس طرح کسی بدبخت کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی، جب وہ اس طرح پردہ میں نکلیں گی تو انہیں دور سے پہچان لیا جائے گا۔

اس آیہ مبارکہ میں جس طرح لفظ ازواج سے واضح ہو رہا ہے کہ حضورﷺ کی بیویاں کئی تھیں اسی طرح لفظ بنات سے بھی واضح ہو رہا ہے حضورﷺ کی بیٹیاں بھی کئی ہیں، جن لوگوں نے کہا حضورﷺ کی بیٹی صرف ایک سیدہ فاطمۃ الزہرا ہی تھیں، اس آیہ مبارکہ میں لفظ بنات کا کھلا انکار ہے اور آپ کی تین باقی بیٹیوں ام کلثوم، رقیہ، زینب کو خاندان نبوت سے باہر نکالنا ظلم ہے۔اللہ ہدایت دے۔

آیہ مبارکہ میں پردہ کا حکم دے کر خواتین کی عزت کے تحفظ کا حکم دیا جا رہا ہے، اسلام کے بتائے اُصولوں پر عمل شرم وحیاء کا تحفظ ہے۔ آیہ کریمہ کے اختتام پر فرمایا گیا اس پردہ کے باوجود کسی نے غلطی سے کسی خاتون کو پریشان کیا تو اللہ غفور ہے رحیم ہے اگر وہ توبہ کرتا ہے شرمندگی سے معافی مانگتا ہے تو اس کی خطا بخش دی جائے گی۔

اس آیہ پاک نے وضاحت سے بیان کر دیا کہ چہرہ کے چھپانے کا حکم ہے، چہرہ اور ہتھیلیاں اگرچہ ستر میں داخل نہیں مگر فتنہ کے خوف کی وجہ سے ان کا چھپانا بھی ضروری ہے۔ اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا اگر منافقین مسلمان خواتین کو تنگ کرنے سے باز نہ آئے اور اہل اسلام کے خلاف جھوٹی لغو باتیں پھیلانے سے نہ رُکے تو اُنہیں اسی طرح آزاد نہیں چھوڑا جائے گا۔ ہم اہل اسلام کو ان پر غلبہ دیں گے اور پھر وہ آپ کی بات ماننے پر مجبور ہوں گے اور یہ بدفطرت لوگ اب مدینہ منورہ میں تیرے پڑوس میں نہیں رہیں گے، انہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا جہاں جائیں گے ان پر لعنت ہوگی اپنی بداعمالیوں کے باعث گرفتار ہوں گے، رُسوا ہوں گے، مارے جائیں گے۔

ایسے پہلے لوگوں میں اللہ کا دستور یہی رہا اور آپ سنت الٰہی میں کسی قسم کی تبدیلی نہ پائیں گے، یہ سزا عام کفار کیلئے نہیں کہ جہاں پکڑے جائیں قتل کر دیئے جائیں، عام کفار کیلئے تو اسلام کا یہ ضابطہ ہے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی جائے۔ اسلام نہ لائیں تو مسلمانوں کے تابع ذمی ہو کر رہیں، اس صورت میں ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوگی، یہ بھی صورت اُنہیں قبول نہ ہو تو پھر جنگ ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں مطلق قید وقتل کی سزا سنائی گئی ہے کہ یہ اپنے کو مسلمان کہتے تھے اور دل سے تھے منافق اسلام دشمن جب اسلام کی کھلی مخالفت کی تو مرتدین کے زمرہ میں آگئے ان کے ساتھ شریعت اسلام میں کوئی مصالحت نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ
اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ
لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا
وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ
فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا
اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا
رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا
فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ
مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

صدق اللّٰہ العظیم

لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور تو کیا جانے شائد وہ گھڑی قریب ہی ہو (۶۳) بیشک اللہ تعالیٰ نے کفار کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور ان کیلئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے (۶۴) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کوئی دوست ، مددگار نہ پائیں گے (۶۵) جس دن منہ کے بل آگ میں پھینکے جائیں گے تو کہیں گے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول اللہ کی اطاعت کی ہوتی (۶۶) اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کی پیروی کی انہوں نے ہمیں حق کی راہ سے بہکا دیا (۶۷) اے ہمارے رب ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت بھیج (۶۸)

تفسیر

حضور نبی کریم ﷺ سے منافقین و منکرین یہ سوال کیا کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی اس سوال سے ان کا مقصد علم حاصل کرنا نہ تھا بلکہ محض استہزاء اور دل لگی کے طور پر تھا، قیامت قائم ہونے کے تو وہ قائل ہی نہ تھے، قیامت کے تصور کو محض خالی دھمکی سمجھتے تھے۔ قیامت کا سوال اس لئے نہیں کرتے تھے کہ

اس کے آنے سے پہلے اپنے حالات درست کرلیں بلکہ مذاق کرتے کہ جس قیامت کا آپ ذکر کرتے ہیں وہ آئے گی کب؟ آپ کہہ دیجئے، اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے، شائد وہ قریب ہی ہو یہ یقینی امر ہے اللہ نے کفار پر لعنت کی ہے اوران کیلئے بھڑکتی آگ تیار ہے، جس میں ہمیشہ رہیں گے کوئی حامی مددگار نہ پائیں گے جس دن انہیں آگ میں ڈالا جائے گا اوران کے چہرے کی رنگت ہر لحہ بدلتی رہے گی۔اس وقت وہ محسوس کریں گے معذرت کریں گے، اے ہمارے رب! ہم نے اپنے بڑوں کی اطاعت کی اورانہوں نے ہمیں حق کی راہ سے بھٹکا دیا، اے ہمارے رب انہیں دوگنا عذاب دے کہ انہوں نے اپنے آپ کو برباد کیا اور ہمیں بھی۔ ان کا جرم دوہرا ہے ان کی سزا بھی دوہری چاہیئے۔

اس آیہ مبارکہ سے کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے اور کسی نبی رسول کو نہیں، اس کا معنی یہ ہے ازخود بغیر تعلیم اور ذاتی علم تو صرف اللہ کے پاس ہی ہے۔ حضورﷺ کا قیامت کی نشانیاں بتانا بتاتا ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو قیامت کا علم بتایا ہے۔

حضورﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمائیں، جب بُروں کی عزت کی جائے، نیکوں کو رُسوا کیا جائے، علم اُٹھ جائے، جہل کا غلبہ ہو، زنا اور بدکاری عام ہوجائے، طوائفوں کا ناچ کھلے عام دیکھا جائے، شراب نوشی کی کثرت ہو، مساجد میں فساق کی آوازیں بلند ہوں تو یہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضورﷺ نے فرمایا سب سے افضل دن جمعہ کا ہے، اس میں حضرت آدم پیدا کئے گئے، اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی، اس حدیث سے واضح ہے اللہ نے حضورﷺ کو قیامت کا علم دیا ہے یہی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک اور روایت اس طرح فرماتے ہیں، حضورﷺ نے قیامت کی نشانیاں یہ بیان فرمائیں، زمانہ متقارب ہوگا علم کم ہوجائے گا، فتنوں کا ظہور ہوگا، قتل زیادہ ہوگا، سیدنا حذیفہ کی روایت میں ہے حضورﷺ نے فرمایا جب تک دس نشانیاں نہ ہوں گی، قیامت قائم نہیں ہوگی، دھوئیں کا اُٹھنا، دابۃ الارض کا نکلنا، دجال کا نکلنا، سورج کا

مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ علیہ السلام کا آنا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، آگ کا ظاہر ہونا، تین مرتبہ زمین کا دھنسنا ایک مرتبہ مشرق میں، ایک مرتبہ مغرب میں ایک مرتبہ جزیرہ عرب میں ۔آپ کا نشانات کا بیان فرمانا یہ دلیل ہے کہ اللہ نے حضور ﷺ کو قیامت کا علم بخشا ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٣﴾

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو ستایا، پس اللہ نے اُنہیں اُس سے بری کر دیا جو انہوں نے کہا اور آپ اللہ کے ہاں بڑی عزت والے تھے(۶۹) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہمیشہ سچ کہا کرو(۷۰) اللہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتا ہے وہی بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے(۷۱) ہم نے یہ امانت آسمانوں زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی (کہ وہ ذمہ داری اٹھائیں) تو انہوں نے انکار کر دیا اور وہ اس کے اٹھانے سے ڈر گئے اور اُسے انسان نے اٹھا لیا بے شک یہ ظلم کرنے والا جاہل ہے(۷۲) تا کہ آخر کار اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب
دے اور مومن مرد اور مومن عورتوں کی توبہ قبول
کرے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم والا
ہے (۷۳)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنے رسول کریم کے بارہ میں بنی اسرائیل کی طرح طریقہ اختیار نہ کریں۔ اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: بعض مسلمان حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے تھے اس سے آپ کو اذیت پہنچتی تھی تو یہ حکم نازل ہوا۔ حضور ﷺ کو تکلیف ایک اور طرح بھی پہنچی بعض مسلمانوں نے حضور ﷺ کے بارہ میں کہا، آپ کا مال غنیمت تقسیم کرنا (رضاء الٰہی کیلئے نہیں معاذ اللہ) تو یہ حکم نازل ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا موسیٰ پر اللہ کی رحمت ہو انہیں دکھ دیئے گئے انہوں نے صبر کیا۔

بنی اسرائیل نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قدم قدم پر دکھ دیا، مخالفت کی، نبی کی مخالفت ان کی عادت بن چکی تھی، بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دکھ دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو ان کے الزامات سے بری کیا، بنی اسرائیل کی طرف سے دکھ دینے والی کئی باتیں ہیں جنہیں توراۃ نے ذکر کیا۔ ایک بات یہ بھی تھی موسیٰ تو نے ہمیں فرعون کی نگاہوں میں مجرم قرار دے دیا اب وہ ہمارے قتل کا منصوبہ بنا رہا ہے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے تو انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی تھی، فرعون کی گرفت سے بچ نکلنے کے بعد سینا میں پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی کہا تو ہمیں مرنے کیلئے جنگل میں لے آیا، مصر سے نکال لایا ہم تو مصریوں کی خلافت پر راضی تھے جسے توراۃ نے بیان کیا ہے۔ موسیٰ کاش ہم مصر میں ہی مارے جاتے ہم وہاں پیٹ بھر کر کھاتے رہتے تو نے ہمیں یہاں جنگل میں لا کر بھوکا

مارا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کیلئے اُن کی ایک بات اور بھی تکلیف دہ تھی کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگا دیا کہ وہ بیمار ہیں اُن کے خصیے بڑے ہیں۔ بنی اسرائیل کی کئی ایسی باتوں کو توراۃ نے بیان کیا ہے۔ (کتاب الخروج باب ۴، ۱۱، ۱۲، ۱۷) میں اس سلسلہ میں کافی کچھ ملتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے ہاں بہت معزز تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف سے تنگ کرنے والی ایک بات اور بھی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہارون علیہ السلام کو تونے قتل کیا ہے، حالانکہ وہ ہم سے زیادہ محبت کرتے تھے پھر فرشتے ہارون علیہ السلام کے جسم کو اُٹھا کر لائے اوران کی موت کی خبر دی تب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا ان کی موت طبعی موت تھی اس طرح اللہ نے انہیں بنی اسرائیل کی تہمت سے بری کر دیا۔ اگلی آیہ پاک میں ایمانداروں کو حکم دیا گیا ہے ایمان والو! حضور کا دل دکھانا تو بہت بڑا گناہ ہے تمہیں تو پرہیز گاری اختیار کرنی چاہئے، جب ایسی کوئی بات کرو تو سچی ہو کوئی کسی قسم کی جھوٹی بات تمہارے منہ سے نہیں نکلنی چاہئے۔

تمہاری پرہیز گاری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو وہ شخص کامیابی سے نوازا جاتا ہے، دنیا و آخرت میں عزت کا تاج پہنچایا جاتا ہے۔

اگلی آیہ پاک میں آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر امانت پیش کرنے کا ذکر فرمایا گیا جب آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت کا بوجھ اُٹھانے سے معذرت کی تو اُسے انسان نے اُٹھالیا، امانت کی تفسیر میں آئمہ تفسیر، صحابہ، تابعین کے بہت سے اقوال نقل ہیں اس سے فرائض شریعہ مراد ہیں اس لئے جمہور مفسرین نے فرمایا کہ دین کے تمام اعمال اس میں داخل ہیں۔ تفسیر مظہری میں اس طرح وضاحت ہے کہ شریعت کی تمام تکلیفات امر و نہی کا مجموعہ امانت ہے غرضیکہ امانت سے مراد احکام شرعیہ کا مکلّف ہونا ہے، جن پر پورا اُترنے پر جنت کی عطا ہے اور خلاف ورزی پر جہنم کی سزا ہے۔ مسند احمد میں حضرت عبداللہ ابن

مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا چار چیزیں ایسی ہیں جب وہ تمہیں حاصل ہو جائیں تو دنیا کی کوئی اور چیز حاصل نہ ہو تو کوئی افسوس نہیں (وہ چار چیزیں یہ ہیں) امانت کی حفاظت، بات کی سچائی ،حسن خلق اور لقمہ حلال۔

آیہ مقدسہ میں امانت کو آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا تو سب نے انکار کر دیا اور ڈر گئے کہ ہم اس کا حق ادا نہیں کر سکیں گے اور انسان نے یہ بوجھ اُٹھا لیا۔ یہ امانت اٹھانے کا واقعہ پیش کب آیا۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ یہ تخلیق آدم سے پہلے ہوا تھا، ظاہر یہ ہے کہ یہ امانت کا واقعہ عہد الست سے پہلے کا ہے کہ ''الست بربکم'' اسی باران رحمت کی پہلی کڑی ہے اور اپنے منصب کا حلف اٹھانے کے قائم مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا خلیفہ بناتے فرمایا تھا اور یہ خلافت اسی کو سپرد کی جا سکتی ہے جو احکام الٰہیہ کی اطاعت کا بوجھ اُٹھائے۔ اِسی باعث آدم علیہ السلام امانت کا بوجھ اٹھانے کیلئے آمادہ ہو گئے، حیرت ہے جس بوجھ کو اٹھانے سے آسمانوں زمینوں، پہاڑوں نے معذرت کر لی اور اپنی کمزوری کا اعلان کر دیا یہی عظیم بوجھ جب انسان کو پیش کیا گیا تو اس نے حامی بھر لی اور اس بار گراں کو اٹھا کر اپنے کو آزمائش میں مبتلا کر لیا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر بڑے مزے کی بات فرمائی جسے صاحب روح البیان نے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں آسمان وزمین نے بوجھ اٹھانے سے معذرت کی کہ ان کی نظر امانت کے عظیم بوجھ پر تھی۔ آدم نے بخوشی قبول کی کہ اس کی نگاہ امانت پیش کرنے والے پر تھی اور اس لذت وسرور نے امانت کی گرانی کو نظروں سے دور کر دیا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں لطف ربانی نے آدم کی اس ہمت پر خوش ہو کر فرمایا، آدم اٹھانا تیرا کام ہے اٹھانے کی توفیق دینا اور تیری حفاظت کرنا میرا کام ہے۔

صوفیاء کرام نے اس مسئلہ کو اور حسین انداز میں اس طرح پیش کیا ہے فرماتے ہیں اگر اس امانت سے مراد احکام شرعیہ ہیں تو اس میں انسان کی خصوصیت نہیں جن اور ملائکہ بھی مکلّف ہیں اس طرح انسانوں پر

فرشتوں کی فضیلت ثابت ہوگی کہ فرشتے صبح وشام، دن رات تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور انسان کی یہ حالت نہیں اس لئے صوفیاء نے کہا امانت کی تفسیر نور عقل اور نار عشق سے کی ہے کہ نور عقل استدلال کے ذریعہ معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے اور عشق کی آگ حجابات کو جلا کر معرفت الٰہی تک پہنچاتی ہے، یہ حضرت انسان کی خصوصیت ہے جس سے فرشتہ محروم ہے اس عظیم بوجھ کے اٹھانے پر انسان کو ظلوم وجھول کے لفظوں سے ذکر کیا گیا ہے۔ مولانا جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس کا ظلم یہ تھا کہ اس نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا تھا کہ بقاء سرمدی تک پہنچ جائے اس کی جہالت یہ ہے کہ اس نے حق کے بغیر جو کچھ تھا اس نے اپنے دل کی تختی سے مٹا دیا۔

آیہ کے اختتام پر ایمان دار مرد، ایمان دار عورتوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو امانت ادا کرتے ہیں اور تجلیات میں مستغرق رہتے ہیں اور مشرکین ومشرکات سے مراد باغی سرکش لوگ ہیں جو امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ اور مشرک مردوں عورتوں کو عذاب دے گا اور مومن مرد عورتوں کو معاف فرمائے گا، اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ رب قدوس اپنی ان صفات مقدسہ کے ذریعہ اپنے بندوں کو کامرانی سے نوازتا ہے، اس آیہ کریمہ میں انسان سے مراد کافر یا فاسق ہے کہ انبیاء اور اولیاء اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت میں خیانت کرنے والے نہیں چونکہ انسانوں کی اکثریت کفر وفسق میں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جنس انسانیت کے متعلق فرمایا کہ انسان نے اس امانت میں خیانت کی۔

الحمدللہ سورۂ الاحزاب مکمل ہوئی اللہ کرے زندگی میں قرآن
مقدس کا باقی حصہ بھی حسب توفیق مکمل کرسکوں

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

سورۂ سباء

یہ سورۂ پاک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، یہ ۵۴ آیتوں اور چھ رکوعوں پر مشتمل ہے۔اس سورۂ پاک میں توحید و رسالت،مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے،حضور سید عالم ﷺ کی رسالت کا ذکر ہے کہ آپ پوری کائنات کے رسول ہیں۔حضور پر قرآن مقدس پر کفار کی طرف سے لگائے گئے،الزامات کی تردید ہے۔داؤد وسلیمان علیہما السلام پر انعامات الٰہیہ کا ذکر ہے۔اس سورۂ پاک میں ایک ایسی قوم کا بھی ذکر ہے جو بہت خوشحال تھی، باغات کی مالک تھی، پانی کی فراوانی رکھتی تھی، مگر جب وہ قوم شیطان کی پیروکار بن گئی تو ان پر عذاب الٰہی مسلط ہوا جس سے ان کی ساری ہیبت،شوکت خاک میں مل گئی۔شیطان کے مکرو فریب سے بچنے،تکبر وغروراور سرکشی سے بچنے کا کھلا پیغام دیا گیا ہے۔اِن مضامین کے علاوہ بھی بہت کچھ ارشادات ہیں، کفار کی طرف سے قیامت قائم ہونے پر اعتراض تھا،اس کا جواب بڑے زوردار الفاظ میں دیا گیا ہے" بلیٰ و ربی "رب کی قسم قیامت ضرور آئے گی۔اس سورۂ پاک میں شیطان کے تکبر وغرور کا ذکر ہے جب اُسے سجدہ کا حکم دیا گیا اوراس نے انکار کیا تو رُسوا ذلیل ہو گیا۔حضور ﷺ کے قیامت تک رسول ہونے کا ذکر ہے،آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں اس عنوان پر بھی ذکر ہے کہ شرف انسانیت، مال و دولت کی کثرت سے نہیں وہ تو اللہ اوراس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے،عمل صالح کرنے سے ہے۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

سُوْرَةُ سَبَا ۳۴ مکیة ۵۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیاتها ۵۴ رکوعاتها ۶

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان، رحم فرمانے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی
الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱ یَعْلَمُ
مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا
وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ
فِیْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲ وَقَالَ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ
بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ
لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی
السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ
مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ
مُّبِیْنٍ ۝۳ ۙ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ
مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝۴ وَالَّذِیْنَ سَعَوْ
فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ
عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝۵

صدق اللہ العظیم

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو ہر اس چیز کا مالک ہے جو آسمانوں میں ہے اور ہر اس چیز کا جو زمین میں ہے اور آخرت میں بھی اُسی کی تعریف ہے اور وہی بہت حکمت والا ہے اور خبر رکھنے والا ہے (۱) اس کو علم ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو آسمان میں چڑھتا ہے اور وہی رحم فرمانے والا بے حد بخشنے والا ہے (۲) اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی آپ کہئے کیوں نہیں؟ مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے وہ تم پر ضرور آئے گی اس سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز چھپی نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اور ہر چیز روشن کتاب میں ہے، خواہ وہ ایک ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی (۳) تا کہ اللہ انہیں جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے مغفرت ہے اور عزت والی روزی (۴) اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے خلاف زور لگایا ان کیلئے درد ناک عذاب ہے (۵)

تفسیر

تمام تعریفیں اللہ رب العزۃ کیلئے ہی ہیں جو زمین و آسمان کا مالک ہے جو شان بھی نظر آتی ہے اس کی تعریف کا مستحق وہی ہے انسانوں کی بنائی ہوئی حسین و جمیل چیزوں میں بھی تعریف اُسی کیلئے ہے کہ اُسی ذات نے انسان کو اپنے علوم کمالات سے نوازا کہ اُس نے یہ حسین شے بنادی کوئی دوسرا زمین و آسمان کی چیزوں میں اس کا شریک نہیں، ایسے ہی قیامت کے دن بھی کسی کو جو کچھ ملے گا اُسی کی عطا سے ملے گا، وہاں بھی تعریف کا مستحق وہی ہے۔ فیصلہ ہونے کے بعد فرشتے اور مومنین اللہ کی حمد کریں گے، پل صراط سے گزر جانے کے بعد حمد کریں گے، جنت دیکھیں گے تو حمد کریں گے، جنت میں داخل ہوں گے تو حمد کریں گے، جنت میں اپنے ٹھکانوں پر پہنچ کر حمد کریں گے۔

اس کے سارے کام حکمت پر مبنی ہیں اور ہر شے کی خبر رکھتا ہے اُسے اپنی مخلوق کے متعلق پورا علم ہے وہ کہاں ہے کس حال میں ہے، اس کی ضروریات کیا ہیں اس کا علم محیط ہے ہر شے جو زمین میں جاتی ہے یا اس سے نکلتی ہے اس کے علم میں ہے ایسے ہی ہر شے جو آسمان سے اُترتی ہے یا چڑھتی ہے وہ جانتا ہے، کائنات میں اس کے حکم کے خلاف بھی کام ہوتے ہیں مگر وہ ایسے لوگوں کو فوری گرفت نہیں کرتا کہ وہ رحیم ہے، یہ اس کی شان رحیمی کا تقاضا ہے کہ قادر ہونے کے باوجود نافرمان بندوں کو ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں اور سیدھی راہ پر چل جائیں، جب بھی کوئی شخص اپنے کئے پر شرمسار ہوتا ہے تو وہ اُسے اپنے دامن رحمت میں لے لیتا ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں کفار کے ایک عقیدہ کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ بڑے زور سے کہتے تھے قیامت نہیں آئے گی؟ وہ اس یقین پر تھے، مر جائیں گے، زمین ہڈیاں کھا جائے گی، گوشت پوست مٹی میں مل جائیں گے، ذرات کو ہوا کہیں سے کہیں پھینک دے گی پھر دور دراز بکھرے ذروں کو اکٹھا کیسے کیا جا سکتا ہے کفار کے اس غلط نظریہ کی تردید فرمائی جا رہی ہے محبوب! آپ اپنے عالم الغیب رب کی قسم اٹھا کر کہہ دیں قیامت

ضرورآئے گی۔اُن کا یہ نظریہ کہ ذرات اکٹھے کیسے ہوں گے یہ بات مشکل ضرور ہے مگران کیلئے جن کا علم محدود ہے،قدرت ناقص ہے مگر وہ ذات بابرکات جو کائنات کے ذرے ذرے کو جانتی ہے ہر ذرہ اس کے علم میں ہے اس کیلئے ذرات کو اکٹھا کرنا مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں، ہر چھوٹی بڑی شے کتاب مبین لوح محفوظ میں موجود ہے۔ ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے کہ ذرات اکٹھے کیسے ہوں گے اس کا اندراج لوح محفوظ میں ہے جب وہ پیدا کرنے کا ارادہ کرے گا تو ایک ایک انسان کے اجزاءِ جسم کو سمیٹ لانے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔

قیامت قائم کرنے کی حکمت فرمائی گئی ہے تا کہ ایمانداروں کو ان کے اعمال صالحہ کی جزا دی جائے ایسے نیک لوگوں کیلئے بخشش ہے اور بہترین رزق ہے جو لوگ باغیانہ انداز اختیار کر کے ہماری آیات کے خلاف کام کرتے ہیں ان کیلئے بدترین عذاب ہے کہ انہوں نے دین اسلام کے خلاف روش اختیار کی، آیتوں کو جھٹلانے میں حجت بازیاں کرتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں ہم اپنا ارادہ بدل دیں گے ایسی بات ہرگز نہیں ہوگی، قیامت قائم کرنے کا ہمارا فیصلہ اٹل ہے اس میں نیک جزا پائیں گے اور مجرم سزا۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۷

علم والے جانتے ہیں جو کلام آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے اور وہی اس کے راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو غالب ہے اور تعریف کیا ہوا ہے (۶) اور کفار نے کہا کیا ہم ایسے مرد کی طرف تمہاری راہنمائی کریں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دئے جاؤ گے تو پھر تم ازسر نو پیدا کئے جاؤ

أَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۞ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلٰى مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنْ نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ۗ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۞

گے(۷) کیا اس شخص نے اللہ پر بہتان باندھا ہے یا اس کو جنون ہے بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے وہ عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں (۸) کیا انہوں نے ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہیں یعنی آسمان اور زمین اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں بے شک اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے نشانیاں ہیں (۹)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں آیات الٰہیہ کو جھٹلانے والوں کیلئے عذاب کا ذکر تھا، اس آیہ پاک میں ارشاد ہے محبوب آپ پر اُترنے والی وحی کو اہل علم جانتے ہیں کہ وہی حق ہے اور خدائے عزیز وحمید کا راستہ دکھاتا ہے۔ یہاں پر اہل علم سے مراد صحابہ کرام ہیں ان کے بعد آنے والے ایماندار لوگ یا اہل کتاب کے وہ علماء جو قرآن پر ایمان لے آئے۔ اے محبوب کریم! معاندین تیرے پیش کردہ حق کو باطل ثابت کرنے کیلئے جس قدر چاہیں زور لگالیں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جاہلوں کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں علم والے ان کے مکروفریب میں نہیں آتے۔ حضور ﷺ جب انہیں قیامت سے ڈراتے تو کفار اپنے دوستوں سے کہ کہتے ہم تمہیں ایسا بندہ نہ بتائیں جو یہ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد جب ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پھر از سر نو پیدا کئے جائیں گے لوگوں کے سامنے اپنا الزام اس شکل میں پیش کرتے کہ موت کے بعد پھر از سر نو زندگی کا ہونا سمجھ سے بالاتر ہے یا تو یہ بندہ جان بوجھ کر جھوٹی بات کہہ رہا ہے یا پھر یہ مجنون ہے ان کی یہ ہمت تو نہ تھی کہ حضور کو

اعلانیہ جھوٹا کہیں، اس لئے کہ ساری قوم آپ کو صادق وامین کہتی تھی، ان کا مجنون کہنا بھی ایسے ہی بے سروپا قول تھا جتنی جھوٹ والی بات تھی میرا محبوب نہ مفتری ہے نہ دیوانہ ہے بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ عذاب میں اور دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ عقل کے اندھو! جو شخص تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کرتا ہے اس کی بات نہیں مانتے ہو اور ایسی راہ پر چل رہے ہو جو سیدھی جہنم کو لے جاتی ہے تم اس شخص کو مجنون کہتے ہو جو تمہیں بچانے کی فکر کر رہا ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا کیا انہوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے پیچھے ہیں یعنی آسمان اور زمین اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ اس آیہ پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے جو ذات زمین وآسمان کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور اس پر بھی قادر ہے کہ ان پر عذاب لے آئے کہ تمام زمین وآسمان اس کی ملکیت ہیں۔ اور وہ کفار کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں وہ اس بات سے کیوں نہیں ڈرتے کہ اللہ انہیں زمین میں اس طرح دھنسا دے جس طرح قارون کو اس کے خزانوں کے ساتھ دھنسا دیا تھا یا اللہ ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دے ہر وہ بندہ جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس کیلئے اس میں اللہ کی قدرت کے بہت دلائل ہیں۔ ''منیب'' وہ ہے جو تعصب ہٹ دھرمی سے پاک ہو جو ہدایت طلب کرنے کیلئے مخلص ہو یہ بندہ کائنات میں سب کچھ دیکھ لے گا اور حقیقت کو پالے گا۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝١٠ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝١١ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝١٢ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۖ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۖ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ۝١٣

صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا تھا اے پہاڑو تم داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور اے پرندو تم بھی اور ہم نے ان کیلئے لوہے کو نرم کر دیا تھا کہ آپ مکمل زرہیں بنائیں اور مناسب انداز سے ان کی کڑیا جوڑیں (۱۰) اور تم نیک عمل کرتے رہو بے شک میں تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہوں (۱۱) اور سلیمان کیلئے ہوا کو مسخر کر دیا اس کی صبح کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی اور شام کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی اور ہم نے ان کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور ہم نے بعض جنات ان کے تابع کر دئے تھے وہ اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے (اور ہم نے کہہ دیا تھا) اور جو ان میں سے ہمارے حکم کی نافرمانی کرے گا اُسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے (۱۲) سلیمان جو چاہتے تھے وہ ان کیلئے بنا دیتے تھے قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر ٹب اور چولہوں پر جمی ہوئیں دیگیں، اے آل داؤد! تم شکر ادا کرنے کیلئے نیک کام کرو میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے کم ہیں (۱۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ عبد منیب کیلئے نشانات ہیں اس آیہ مبارکہ میں چند مقدس بندوں کا ذکر ہے جن میں ہماری عظمت کی بڑی نشانیاں موجود ہیں، ان میں پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا جو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے نوازے گئے، نبوت کی عطا کے ساتھ تاج وتخت بھی عطا کیا۔ آپ بیت اللحم کے رہنے والے قبیلہ یہود کے فرد تھے ایک جنگ میں جالوت کو قتل کر کے بنی اسرائیل میں ممتاز مقام حاصل کرلیا پھر طالوت کے بعد بنی اسرائیل نے انہیں اپنا سربراہ مان لیا اور آپ نے یروشلم فتح کر کے بنی اسرائیل کا پایہ تخت بنا دیا۔ اس عظمت کے ساتھ ہی مزید فضل، عدل، حکمت خدا ترسی کے اوصاف سے نوازے گئے۔ اور پھر مزید کوئی خصوصیتوں سے نوازا گیا ان کمالات وفضائل سے ایک یہ کہ ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ مل کر تسبیح میں مصروف رہیں اور پرندوں کو بھی حکم دیا کہ تم بھی میرے اس بندے کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھو۔

ہماری طرف سے دئے گئے کمالات میں ایک کمال یہ بھی تھا کہ آپ کو خوش آوازی بھی بخشی گئی، جب آپ اپنے حسین انداز میں ذکر الٰہی میں مصروف ہوتے تو ماحول زبردست متاثر ہو جاتا، پتھر سنگریزے تسبیح میں مصروف ہو جاتے، پرندے بھی شدید متاثر ہو جاتے اور آپ کے گرد حلقہ باندھ کر اکٹھے ہو جاتے اور آپ کے ساتھ تسبیح میں مصروف ہوتے بلکہ پورا ماحول متاثر ہوتا ہر شے تسبیح پڑھتی، اپنے اس بندے داؤد پر ہم نے ایک کرم اور فرمایا کہ لوہا جب ان کے ہاتھ آتا تو نرم ہو جاتا آپ جیسے چاہتے اُسے ڈھال دیتے، ساتھ ہی انہیں زرہ سازی کا فن سکھا دیا گیا اور اِس فن کی ساری باریکیاں سکھا دیں کہ زِرہیں تنگ اور چھوٹی نہ بنائیں نیز فرمایا جب انہیں جوڑنے لگو تو پورا پورا خیال رکھو کہ کسی باعث زرہ ناکارہ نہ ہو جائے ہم نے حکم دیا (اے آلِ داؤد) نیک کام کیا کرو تم جو کچھ کرتے ہو ہم دیکھ رہے ہیں، دنیا کے کاموں میں ہی مصروف نہ رہ جاؤ، نیک کاموں کے لئے بھی وقت نکالا کرو۔

آیہ مبارکہ سے درس ملتا ہے محنت کرنا روزی کمانا، کوئی معیوب کام نہیں اللہ کے جلیل القدر نبی داؤد علیہ السلام نے زرہ سازی کا کام کیا ہے اور لوہے کا کام کرنے والوں کو نوازا ہے جناب ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کعبہ میں کام کر کے یہی درس دیا ہے اور مکانات تعمیر کرنے والوں کو شرف بخشا ہے، نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی کو تیار کر کے لکڑیاں کاٹ کر جوڑ کر محنت کرنے کا درس دیا ہے اور تر کھانوں کو نوازا ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے رنگ سازی کا کام کر کے رنگ سازوں کو عزت بخشی ہے۔

اس آیہ کریمہ سے یہ درس بھی ملتا ہے جو کام کرو ہمت محنت، اخلاص دیانت سے کرو، یہ بھی درس ملتا ہے کام کرنے والے کو اس دیانت واخلاص اور یقین سے کام کرنا چاہئے کہ رب قدوس اُسے دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کام کو کس جذبہ سے کرتا ہے۔ داؤد علیہ السلام پر فضل کے ذکر کے بعد اُن کے بیٹے سلیمان علیہ السلام پر عنایات کا ذکر فرمایا کہ ہوا کو اُن کیلئے مسخر کر دیا۔ آپ جہاں بھی جاتے تو ہوا ان کے تخت کو اٹھا لیتی اور بڑی تیزی کے ساتھ روانہ ہو جاتی اور منزل مقصود پر پہنچا دیتی۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں ہوا مسخر ہونے کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک عمل کے صلہ میں ملا، ایک موقعہ پر آپ اپنے گھوڑوں کے معائنہ میں مصروف تھے، نماز عصر قضا ہو گئی چونکہ گھوڑے اس کا سبب بنے تھے اس غفلت کو ختم کرنے کیلئے آپ نے سارے گھوڑے ذبح کر دئے، اللہ تعالیٰ نے اس قربانی پر تیز سواری ہوا کی عطا فرما دی (قرطبی)

تیز گھوڑے پر سفر کرنے والا جتنا سفر ایک ماہ میں کرتا آپ صبح کے وقت ہی اتنا سفر کر لیتے تھے، سلیمان علیہ السلام پر ایک اور انعام کا ذکر فرمایا گیا کہ آپ کیلئے ایک پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ جاری کر دیا کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق استعمال کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ چشمہ اتنی دور تک جاری ہوا جس کی مسافت تین دن رات میں طے ہو سکے یہ چشمہ ارض یمن میں تھا یا صنعاء یمن میں۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام پر مزید ایک کرم کا ذکر فرمایا گیا کہ جنات کو ان کے تابع کر دیا گیا وہ ہر وقت ان کے حاضر رہتے، خدمات بجالاتے اگر کوئی جن حکم عدولی کرتا تو اُسے سزادی جاتی۔ قرطبی کہتے ہیں اُسے آتشیں کوڑے مار کر کام کرنے پر مجبور کر دیا جاتا تھا۔

جنات کی خدمات کیا تھیں، وہ آپ کے قلعے بناتے، عبادت گاہیں، خوش نما محلات تیار کرتے بڑے بڑے ٹب تیار کرتے، بڑی بڑی بھاری دیگیں بناتے جو اپنے بوجھ کی وجہ سے ادھر ادھر منتقل نہ ہوسکتی تھیں۔ اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے سلیمان علیہ السلام بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ بڑے بڑے ٹب تیار ہوتے جن میں لوگوں کیلئے کھانا نکال کر رکھا جاتا، بڑی بڑی دیگیں بنوائی گئیں کہ بہ یک وقت ہزاروں آدمیوں کا کھانا پک سکے، اب داؤد اور آلِ داؤد علیہ السلام کو حکم دیا جارہا ہے جب ہم نے تمہیں انعامات سے نوازا ہے تو تم پر لازم ہے کہ شکر گزاری میں رہو۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے اپنے خاندان کو ایک ضابطہ دیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ شکر گزاری میں رہیں۔

اس حکم کی تعمیل میں آپ کے خاندان نے حسین انداز پر عمل کیا کوئی لمحہ نہ گزرتا تھا کہ گھر میں عبادت نہ ہو، داؤد علیہ السلام کا مصلی کسی وقت بھی نماز سے خالی نہ رہتا تھا، داؤد علیہ السلام کی شکر گزاری کا ذکر ایک حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے نمازوں میں اللہ کے نزدیک محبوب تر نماز داؤد علیہ السلام کی ہے۔ روزوں میں محبوب تر روزہ داؤد علیہ السلام کا ہے وہ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے۔ عطا بن یسار سے روایت ہے حضور ﷺ نے ایک دن فرمایا جو شخص تین کام کرے تو اُسے آل داؤد کی فضیلت عطا ہوگی، وہ کام یہ ہیں۔ رضا اور غضب کی دونوں حالتوں میں انصاف پر قائم رہنا، غنا اور فقر کی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا، خفیہ اور اعلانیہ دونوں حالتوں میں خدا سے ڈرنا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾

صدق اللہ العظیم

پس جب ہم نے ان پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو ان کی موت پر صرف (دیمک) نے مطلع کیا جو اُن کے عصا کو کھا رہا تھا پھر جب سلیمان گر پڑے تو تب جنات پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا تو وہ اس ذلت والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے (۱۴) بے شک اہل سبا کیلئے ان کی بستیوں میں ہی نشانی تھی دو باغ دائیں اور بائیں جانب تھے اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو (سبا) پاکیزہ شہر ہے اور رب بہت بخشنے والا ہے (۱۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں سلیمان علیہ السلام کی موت کا ذکر ہے آپ کی موت کے واقعہ سے بہت سی ہدایات ملتی ہیں ایک پہلی بات تو یہ کہ وہ ذات گرامی جس کی حکومت ساری دنیا پر تھی، جنات بھی تابع تھے، ہوا بھی غلام بھی تمام درند پرند بھی حکم مانتے تھے اُس ذات گرامی پر ابھی موت موقع ہوگی۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا سلیمان علیہ السلام تعمیر بیت المقدس کے سلسلہ میں جنات سے کام لے رہے تھے آپ عصا پر ٹیک لگائے مصروف عبادت تھے۔ آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی اور جسم مبارک اسی طرح کھڑا رہا، جنات آپ کے جسم مبارک کو دیکھتے رہے اور پوری تن دہی سے کام میں لگے رہے اور جنات کا یہ دعویٰ کہ وہ غیب جانتے ہیں، غلط ثابت ہوا کہ انہیں یہ پتہ نہ چل سکا کہ سلیمان علیہ السلام کا وصال ہوگیا ہے ورنہ وہ کام کرنے کی لمبی مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے۔ جنات کو مکمل ایک سال تک پتہ نہ چل سکا جب دیمک نے عصا کو کمزور کر دیا اور

وہ ٹوٹ گیا تو آپ زمین پر گر گئے ۔ وہ لوگ جو جنات کے بارہ میں عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ غیب جانتے ہیں اورانہیں بھی پتہ چل گیا کہ ان کا عقیدہ غلط ہے۔

اس عظیم واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبوت کا منصب کس قدر عظیم ہے کہ نبی کا وصال ہو چکا ہے مگر عصاء پر ٹیک میں کوئی فرق نہیں چاہئے تو تھا موت آنے پر فوراً زمین پر گر جاتے مگر مکمل ایک سال تک اسی حالت میں رہے نہ چہرے کی رنگت بدلی ہے نہ کسی قسم کی بو پھیلی ہے نہ جسم پاک نے موسم کے ماحول سے کسی قسم کا اثر لیا ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی موت کے اس حیران کن واقعہ میں حکمت یہ تھی کہ بیت المقدس کی تعمیر آپ کی نگرانی میں مکمل ہو یہ بھی حکمت تھی کہ لوگوں کو جنات کی بے بسی کا پتہ چل جائے۔

امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب سلیمان علیہ السلام تعمیر بیت المقدس سے فارغ ہوئے تو آپ نے چند دعائیں کیں جو قبول ہوئیں، ایک دعا یہ تھی یا اللہ جو اس مسجد میں نماز کی نیت سے داخل ہو، مسجد کے نکلنے سے پہلے اس کے سارے گناہ معاف کر دے، سدی کی روایت ہے بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہونے پر آپ نے شکرانہ کے طور پر ۱۲ ہزار گائیں اور بیس ہزار بکریوں کی قربانی دی، لوگوں کو ضیافت کھلائی اور خوشی منائی، چند دعائیں کیں ایک دعا یہ تھی یا اللہ! جو اس مسجد میں داخل ہوا اور توبہ کرے تو توبہ قبول فرما لینا، اگر کوئی آدمی خوف سے بچنے کیلئے اس مسجد میں آئے تو اس کو امن دے دینا۔ اگر کوئی بیمار اس مسجد میں داخل ہو تو صحت دے دینا، اگر کوئی فقیر داخل ہو تو اُسے غنی کر دینا۔ ایک دعا یہ تھی یا اللہ جو شخص جب تک اس مسجد میں رہے اس پر اپنی نظر رحمت رکھنا، بغوی نے علماء تاریخ کے حوالہ سے لکھا ہے آپ کی عمر ۵۳ سال تھی اور حکومت ۴۰ سال کی، ۱۳ر سال کی عمر میں کام سنبھالا تھا (مظہری۔قرطبی)

داؤد وسلیمان علیہما السلام کے ذکر کے بعد قوم سباء کا ذکر فرمایا گیا ان کی خوشحالی بتائی گئی اس کی قدرے تفصیل یہ ہے، یمن کا علاقہ برباد تھا صرف برسات پر انحصار تھا جب کبھی بارش ہو جاتی تو کھیتی ہو جاتی، اہل یمن نے ایک بند تعمیر کیا جس کے باعث پانی جمع ہوتا پھر اس ڈیم سے مختلف نہریں نکالی گئیں جن کے

ذریعہ یمن کا علاقہ سرسبز وشاداب ہوگیا۔وادی کے دائیں بائیں باغ ہی باغ دکھائی دینے لگے۔یمن کا سارا خطہ باغ و بہار نظر آنے لگا قوم کو فرمایا گیا اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، اتنا پاکیزہ شہر اور ایسا رب غفور، سبا کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا گیا، یارسول اللہ سبا کسی مرد کا نام ہے یا عورت کا تو فرمایا یہ آدمی تھا اس کے دس بیٹے تھے چھ یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں۔

وَصلّى اللّٰهُ تَعالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿١٦﴾ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ﴿١٧﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾

پھر انہوں نے منہ پھیر لیا تو ہم نے ان پر سخت تیز سیلاب بھیج دیا اور ہم نے ان کے دو باغوں کو ایسے دو باغوں میں بدل دیا جن کے پھل ترش اور کڑوے تھے اور ان میں جھاڑ کے بوٹے اور بیری کے چند درخت تھے(۱۶) ان کی احسان فراموشی کا ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا اور ہم صرف ناشکروں کو ایسی سزا دیتے ہیں(۱۷) اور ہم نے ان لوگوں اور بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت دی تھی کئی نمایاں بستیاں بنادیں اور ہم نے ان بستیوں میں سفر کی منزلیں مقدر کر دیں کہ تم ان میں دن اور رات کے اوقات میں بے خوفی سے سفر کرو۔(۱۸)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اہل یمن پر انعامات الٰہیہ کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں ان کی سرکشی کے سبب ان پر عذاب کا ذکر ہے۔ایک وقت تک وہ انعامات سے فائدہ اٹھاتے رہے اور شکر بجالاتے رہے مگر ایک وقت آیا اُن پر ان کی سرکشی غرور نے قبضہ جمالیا ان کی اصلاح کیلئے انبیاء علیہم السلام آتے رہے، مگر ان پر کسی قسم کا اثر نہ ہوا، دیئے گئے انعامات کو وہ اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھنے لگے اُنہیں متنبہ کیا جاتا رہا کہ ہوش کرو عقل سے کام لو کہیں تمہاری سرکشی تمہاری بربادی کا سبب نہ بن جائے مگر ان پر شیطانی اثر اس قدر ہو چکا تھا کہ وہ کہنے لگے جاؤ خدا سے کہہ دو وہ اپنی نعمتیں ہم سے چھین لے،ان کی ایسی متکبرانہ خرافات پر غضب الٰہی جوش میں آیا اور ان پر موسلا دھار بارش شروع ہوگئی جس سے خوفناک سیلاب کی صورت بن گئی،ان کے سارے انتظامات برباد ہو گئے بند ٹوٹ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ آبادیاں برباد ہوگئیں،درخت اکھڑ گئے،کھیتیاں تباہ ہوگئیں۔

اس آیہ پاک میں ان کی اس کیفیت کو بیان فرمایا گیا کہ آباد علاقے بُری طرح برباد ہو گئے ،محسوس ہونے لگا یہاں پر کبھی کوئی آبادی تھی ہی نہ،اگر کچھ وہاں نظر آتا تھا تو صرف چند کڑوے پھل بیری کے درخت کچھ لوگ تو برباد ہو گئے کچھ ملک چھوڑ کر چلے گئے ،یہ سزا اُنہیں ان کی گستاخیوں کی دی گئی فرمایا گیا ہم کسی کو بلاوجہ برباد نہیں کرتے بلکہ ان کے بُرے اعمال ہیں جو انہیں مصائب ومشکلات میں ڈال دیتے ہیں پھر فرمایا ہم نے اُن کی سفر کی منزلیں مقرر کر دی تھیں،آرام کی جگہیں بنا دی تھیں،اچھے مقامات ان کے آرام کیلئے تھے سفر کیلئے ضروری نہ تھا کہ وہ دن کی روشنی میں سفر کریں دن ہو یا رات ان کیلئے امن تھا۔ چوروں،ڈاکوؤں کا کسی قسم کا خطرہ نہ تھا امن ہی امن تھا۔

''و ھل نجازی الا الکفور''ان کی سزا کے متعلق فرمایا گیا یہ سزا ان کے کفر کا بدلہ تھا جو ہم نے دیا اس کی تائید ایک صحابی ابن خیرہ کے قول سے اس طرح ہوتی ہے وہ کہتے ہیں معصیت کی سزا یہ ہے کہ عبادت میں سستی پیدا ہو جائے ،معیشت میں تنگی پیدا ہو جائے ،لذت میں دشواری پیدا ہو جائے۔اس سے

معلوم ہوتا ہے مسلمان مومن گنہگار کیلئے اس قسم کی سزائیں ہوتی ہیں، زمین وآسمان سے عذاب کا ہونا کفار کیلئے ہے۔ روح المعانی میں اس آیہ کی توجیہہ میں لکھا ہے سزا بطور سزا کے تو کافر کو دی جاتی ہے مومن کو جو آگ وغیرہ کی تکلیف دی جاتی ہے وہ دراصل اس کو پاک کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے سونے کو بھٹی میں ڈال کر صاف کر دیا جاتا ہے اگر مومن کو کسی گناہ کی پاداش میں جہنم میں ڈالا گیا تو اس سے اس کے بدن کے وہ اجزاء جل جائیں گے جو حرام سے پیدا ہوئے جب یہ کام ہو جاتا ہے تو اُسے جہنم سے نکال کر جنت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ''سیروا فیھا'' کے ارشاد میں قوم سبا پر ایک اور انعام کا ذکر ہے کہ ان کی بستیاں متوازن فاصلوں پر تھیں کہ قطع مسافت میں کمی بیشی نہ ہوتی تھی اور سب راستے مامون تھے۔

وَصلّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلقِہٖ

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع

صدق اللہ العظیم

پھر انہوں نے کہا اے ہمارے رب! دور دراز کر دے ہماری مسافتوں کو (یہ کہہ کر) انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا پس ہم نے انہیں داستانیں بنا دیا اور ہم نے ان کے مکمل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، بے شک اس میں صبر کرنے والوں اور شکر کرنے والوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں (۱۹) اور بے شک ابلیس نے ان کے متعلق اپنے گمان کو سچ کر دکھایا تو مومنوں کی ایک جماعت کے سوا سب نے اس کی پیروی کی اور ابلیس کا ان پر کوئی تسلط نہ تھا (۲۰) مگر وہ اس لئے تھا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں

کواُن سے الگ اور ممتاز کردیں جو آخرت کے
متعلق شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز کا
نگہبان ہے۔(۲۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں قوم سبا کی خوشحالی کا ذکر تھا کہ یہ قوم پورے عالم میں ممتاز تھی، چاہیئے یہ تھا کہ ان انعاماتِ خداوندی ملنے پر رب قدوس کا شکر کرتی مگر ہوا اِس کے برعکس جس کے نتیجہ میں یہ قوم عذاب میں مبتلا ہوئی، ان کی سخت گرفت ہوئی، ہیبت ختم ہوگئی، عزت برباد ہوگئی، شیرازہ بکھر گیا کچھ لوگ شام چلے گئے کچھ تہامہ آباد ہوئے، کوئی گروہ یثرب کوئی حصہ عمان غرضیکہ پوری قوم بکھر گئی۔ ابن کثیر نے اس مقام پر ایک کاہن کا طویل قصہ لکھا ہے اس نے قوم کو عذاب سے پہلے باخبر کیا تھا اور کہا تھا جو محفوظ مقام پر جانا چاہتے ہیں وہ عمان چلے جائیں، جو شراب کے عادی ہیں وہ شام چلے جائیں اس قوم نے اس نجومی کے مشورے پر عمل کیا اور مختلف مقامات پر چلی گئی۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا اس قوم کی تباہی بربادی سے عبرت وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو صبر و شکر کی صفات سے متصف ہوں، قوم نے "باعد بین اسفارنا " کہہ کر ظلم کیا جو شخص خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے گویا وہ زبان حال سے کہتا ہے، اے اللہ! میں ان نعمتوں کا مستحق نہیں اسی طرح جو قوم اللہ کے فضل سے غلط فائدہ اٹھاتی ہے گویا وہ دعا کرتی ہے، اے اللہ ہم سے یہ نعمتیں سلب کرلے، اس قوم نے ناقدری اور ناشکری کر کے خود ہی یہ دعا مانگی کہ ہمارے سفر میں بُعد پیدا کردے، بستیاں قریب قریب نہ رہیں جنگل بیابان ہو، کچھ محنت اٹھانی پڑے انہوں نے بھی ایسے ہی کیا جیسے بنی اسرائیل نے من و سلویٰ کی بجائے سبزیاں مانگ لی تھیں۔

اس قوم کی گمراہی پر شیطان نے اپنی بات سچی کر دکھائی جو اس نے کہا تھا میں لوگوں کو گمراہ کروں گا اس دعویٰ کے وقت تو اُسے یقین نہ تھا کہ وہ اس دعویٰ پر سچا اُترے گا مگر جب قوم سبا نے اس کے اکسانے پر

گمراہی اختیار کرلی تو اس کا گمان درست ہو گیا اس کی گمراہی سے صرف کامل ایمانداروں کا طبقہ ہی محفوظ رہا ، شیطان کو ان پر کوئی ایسا غلبہ نہ تھا، زور نہ تھا کہ یہ لوگ اس کے پیچھے چلنے پر مجبور ہوتے۔ اس کا کام تو صرف وسوسے ڈالنا تھا اور غلانا تھا، ابلیس کی ان حرکات سے وہ متأثر ہو گئے اور ایمانداروں کی راہ کو چھوڑ کر اس کے پیچھے لگ گئے اور یہ سب کچھ ہوا اس لئے کہ ہم دکھانا چاہتے تھے کہ آخرت پر ایمان کون رکھتا ہے؟ اور اس کے متعلق شک میں مبتلا کون ہے؟ اے حبیب کریم! (ﷺ) آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِـهٖ وَاَصحَابِـهٖ بِعَدِدِ خَلقِـهٖ

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

آپ کہئے (اے مشرکو) تم پکارو جنہیں تم اللہ کے بغیر اپنا معبود خیال کرتے ہو، یہ تو ذرہ برابر کے بھی مالک نہیں نہ آسمانوں میں نہ زمینوں میں اور نہ ہی ان کا زمین و آسمان میں کچھ حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے (۲۲) اس کے پاس صرف اس کی شفاعت مفید ہو گی جس کو وہ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا حتی کہ جب ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی (تو طالبینِ شفاعت ان سے) پوچھیں گے کہ آپ کے رب نے کیا کہا تھا وہ کہیں گے حق کہا تھا اور وہ نہائیت بلند بہت بڑا ہے (۲۳) آپ کہئے تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے رزق کون دیتا ہے آپ کہئے کہ اللہ بے شک ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں (۲۴)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

حضور نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے آپ اُن لوگوں سے کہئے کہ تم جنہیں اپنا خدا سمجھتے ہوا ُنہیں پکارو، وہ تمہاری کیا مدد کرتے ہیں وہ تو خود زمین وآسمان میں ذرہ برابر کسی شے کے مالک نہیں وہ تمہاری مدد کیا کریں گے۔مشرکین کا یہ خیال باطل کہ ان کے یہ معبودانِ باطل قیامت کے دن ان کی شفاعت کریں گے اور یہ نجات پائیں گے ان کا یہ گمان بھی سراسر باطل ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ۔قیامت کے دن شفاعت تو وہی کر سکے گا جس کیلئے بارگاہِ قدس سے شفاعت کی اجازت ہوگی اور صرف ان لوگوں کیلئے شفاعت ہوگی جن کی شفاعت کا اذن ملے گا ،جنہیں شفاعت کی اجازت ہوگی وہ انبیاء واولیاء کی ذوات قدسیہ ہوں گی اور ان کیلئے اجازت ہوگی جو دنیا سے باایمان گئے تمہارے باطل خداؤں کو کسی قسم کی اجازت ہی نہیں ہوگی ،ان کی کیا مجال کہ شفاعت کرسکیں۔

قیامت کے دن جن لوگوں کو شفاعت کی اجازت ملے گی وہ بھی خوف زدہ ہوں گے کہ نہ معلوم ان کے ساتھ کیا ہو، جب رب قدوس کی طرف سے اجازت ہوجائے گی اور وہ مطمئن ہوجائیں گے تو پھر ایک دوسرے سے پوچھیں گے، رب قدوس نے کیا فرمایا دوسرا بتائے گا اللہ نے وہ بات فرمائی جو عین حق ہے یعنی تمہیں اجازت مل گئی ہے کہ تم ایمان والوں کی شفاعت کرو، واقعی ہی اس کی شان ارفع ہے اعلیٰ ہے وہ بہت بڑا ہے۔کفار کو لاجواب کرنے کیلئے پھر فرمایا جارہا ہے محبوب آپ ان سے پوچھئے تمہیں زمینوں آسمانوں سے روزی کون دیتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے رازق ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے تاکہ ان سے یہ اقرار بھی کرالیا جائے کہ ان کے معبود ذرہ بھر کے مالک نہیں وہ تو جواب نہ دے سکیں گے۔

محبوب ! آپ خود ہی کہہ دیں یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، ہم اللہ کی توحید کے قائل ہیں تم مشرک بتوں کو مانتے ہو ہم دونوں صحیح نہیں ہوسکتے اگر ہم صحیح ہیں تو تم غلط ہوا گر تم صحیح ہو تو ہم غلط ہیں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ مومن اور مشرک برابر ہوں، اَب تم خود فیصلہ کرو حق پر کون ہے؟ سوچو حقائق اور دلائل تمہارا

ساتھ دیتے ہیں یا ہمارا۔ان واضح دلائل کے بعد تو واضح ہو رہا ہے قرآن مقدس نے بحث ومباحثہ میں انداز حکیمانہ کا درس دیا ہے کہ بحث و مناظرہ کرنے والوں کیلئے ہے کہ سخت انداز سخت لہجہ سے پرہیز کریں انہیں بجائے کافر مشرک کہنے کے فرمایا گیا کہ واضح دلائل کی روشنی میں کوئی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ توحید اور شرک دونوں باتیں حق ہیں، ان دونوں میں سے ایک ہی حق ہے اور وہ توحید ہے اگر بحث ومباحثہ میں شدت آجائے تو تبلیغ کا پہلو کمزور ہو جاتا ہے۔آپ کسی کو صاف صاف بے دین گمراہ کہہ دیں تو وہ ضد میں آجائے گا اور سچائی کیلئے اس کے دل کے دروازے بند ہو جائیں گے قرآن مقدس نے ایسے مواقع پر حکیمانہ انداز اختیار کرنے کا درس دیا ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِـهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِـهٖ وَاَصْحَابِـهٖ بِعَدَدِ خَلْقِـهٖ

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ صدق اللہ العظیم

(حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے) محبوب! آپ ان کفار و مشرکین سے کہہ دیں ہمارے کئے جرموں کی باز پرس تم سے نہیں ہوگی اور تمہارے کئے کاموں کی جواب طلبی ہم سے نہیں ہوگی (۲۵) آپ کہہ دیں ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان حق سے فیصلہ فرمائے گا وہی بہتر فیصلہ کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے (۲۶) محبوب یہ بھی ان سے کہئے مجھے بھی وہ شریک دکھاؤ جنہیں تم نے اللہ سے ملا دیا ہے ایسا ہرگز نہیں وہی اللہ ہے جو غالب ہے حکمت والا ہے (۲۷) اور ہم نے

آپ کو تمام لوگوں کیلئے ثواب کی بشارت دینے
والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن
اکثر لوگ جانتے نہیں (۲۸) وہ کہتے ہیں یہ وعدہ
کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو (۲۹) آپ کہئے
تمہارے لئے وعدہ کا ایک دن مقرر ہے جس
سے تم ایک لحہ پہلے پیچھے نہ ہو سکو گے (۳۰)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں سوچ وفکر کیلئے فرمایا گیا، ان سے پوچھئے آسمانوں اور زمینوں میں تمہیں رزق کون دیتا ہے، آپ خود کہہ دیں اللہ توحید کا احساس دلانے کیلئے یہ ارشاد ہے۔اس آیہ پاک میں مزید توجہ دلانے کیلئے فرمایا گیا محبوب! آپ کہہ دیجئے، فرض کرو ہم گمراہ ہیں تو اپنی اس گمراہی کی سزا بھی ہم ہی بھگتیں گے تم پر کسی قسم کی پکڑ نہ ہوگی، اگر تم نے ٹھوکر کھائی تو نقصان تمہارا ہی ہوگا ہمارا کچھ نہ بگڑے گا ہر شخص کو اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا، سوچو سمجھو اپنے حالات کو درست کرلو ضد اور ہٹ دھرمی سے فائدہ نہیں، وہ اللہ قیامت کے دن ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور ہمارے جھگڑے کا خود فیصلہ فرمائے گا، اس سے بہتر فیصلہ کون کرسکتا ہے، اے محبوب! انہیں ایک بات اور کہہ دیں وہ ہمیں دکھاؤ جنہیں تم نے خدا کا شریک ٹھہرا رکھا ہے، وہ کہاں ہیں جو اللہ کے شریک بنتے ہیں یا جنہیں بنایا جاتا ہے ایسا ہرگز نہیں وہی اللہ ہے جو بڑا زبردست دانا ہے غالب ہے۔

پچھلی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کا بیان تھا اس آیہ پاک میں حضور ﷺ کی رسالت عامہ کا ذکر ہے کہ آپ کی رسالت کائنات بھر کیلئے ہے، پہلے انبیاء علیہم السلام جو آتے ان کی نبوت و رسالت کسی خاص قوم خاص خطہ کیلئے تھی، حضور ﷺ کی رسالت ساری دنیا کیلئے عام ہے جنات کے لئے

بھی ہے۔قیامت تک آنے والی انسانی نسلوں کیلئے عام ہے،آپ کی نبوت قیامت تک ہے اس کا تقاضا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہوں اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو،اللہ تعالیٰ نے آپ کی شریعت اور اپنی کتاب قرآن پاک کی حفاظت کا تا قیامت خود ذمہ لیا ہے اس لئے کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔

اس آیہ پاک کی تفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت زبردست مؤید ہے، حضورﷺ نے فرمایا مجھے تمام انبیاء علیہم السلام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔پہلی بات: مجھے جوامع الکلم عطا ہوئے یعنی مختصر الفاظ میں بہت سے معانی بیان کر دینا، دوسری بات: یہ کہ اس نے رُعب سے میری مدد کی، تیسری بات یہ کہ میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا، چوتھی بات: یہ کہ تمام روئے زمین میرے لئے مسجد قرار دے دی گئی اور طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا، پانچویں بات: یہ کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، پتھروں، پہاڑوں، درختوں اور جانوروں کا آپ کی رسالت کی تصدیق کرنا اور ہر چیز کا آپ کی رسالت کو پہنچانا بہت سی روایات وواقعات سے ثابت ہے۔حضورﷺ کا فرمانا میں کالے گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں، واضح دلیل ہے آپ ساری کائنات کیلئے رحمت بن کر آنے کی کھلی دلیل ہے۔چھٹی بات یہ کہ مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں بھیجا گیا مجھ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا مگر اس حقیقت کو اکثر لوگ جانتے نہیں اور کہتے ہیں اگر سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ (قیامت) کب پورا ہوگا؟ محبوب! آپ انہیں کہہ دیجئے وعدہ کا دن مقرر ہے تم اس سے ایک لحہ بھی آگے پیچھے نہ ہوسکو گے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا
الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ
وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ
عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ
الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا
لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا
مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا
لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ
عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم بَلْ كُنتُم
مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾

صدق اللہ العظیم

کفار نے کہا ہم اس قرآن پر ہر گز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل کی گئیں کاش آپ ظالموں کو اس وقت دیکھتے جب وہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے اوران میں سے ہر ایک دوسرے کی بات کارد کر رہا ہوگا کمزور لوگ متکبرین سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے (۳۱) اور متکبرین پس ماندہ لوگوں سے کہیں گے کیا ہدایت آنے کے بعد ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا بلکہ تم خود ہی مجرم تھے (۳۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک حالت کو بیان فرمایا جا رہا ہے، کفار اپنے تکبر وغرور میں مست کہہ رہے ہیں کہ وہ قرآن پر اور اُس سے پہلے اترنے والی کتابوں پر ایمان نہیں لائیں گے ان کفار سے مراد کفار عرب ہیں جو کسی آسمانی کتاب کو نہیں مانتے تھے مگر جب قیامت کا دن ہوگا اور انہیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اس وقت ان کی حالت عجیب پریشان کن ہوگی، دنیا والا سارا تکبر ختم ہوگا اور آپس میں ایک دوسرے سے اُلجھ رہے ہوں گے اُن پر حقیقت کھل جائے گی جب پتہ چل جائے گا کہ وہ کس انجام کو پہنچنے والے ہیں تو اپنے سرداروں پر جھپٹ پڑیں گے اور کہیں گے کم بختو تم نے ہمیں گمراہ کیا، ہماری ساری مشکلات کے ذمہ دار تم ہو اگر تم ہمیں گمراہ نہ کرتے تو رسولوں کی باتیں مان لیتے۔ ان کے جواب میں وہ بڑے کہیں گے ہمارے پاس کوئی ایسی طاقت نہ تھی کہ ہم تمہیں اپنی اطاعت پر مجبور کرتے۔ اگر تم ایمان لانا چاہتے تو ہمارا

انکار کر سکتے تھے ہماری دولت کا سرچشمہ تو تمہارے ہاتھ میں ہی تھا تم ہماری حمائیت نہ کرتے تو کامیاب نہ ہوتے۔ کفار کے سردار انہیں کہیں گے دراصل تم خود ہی حق کی راہ چلنا نہیں چاہتے تھے تم نے رسولوں کا خود ہی انکار کیا تم نے اپنے اندر حلال وحرام کی حالت کو نظر انداز خود ہی کیا، اب تمہارا اپنی بدکرداری سے اپنے کو مجبور کہنا اور سارا بوجھ ہم پر ڈالنا ز بردست دھوکہ ہے، اپنے کئے کے تم خود ہی ذمہ دار ہو۔

ان آیات مبارکہ میں متکبرین اور کمزور کفار کی آپس میں بحث کا ذکر ہے، اس بحث کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں لائیں گے۔ ابن جریر فرماتے ہیں یہ بات کہنے والا ابوجہل تھا ایک قول یہ بھی ہے کہ اہل کتاب نے مشرکین سے کہا ہماری کتاب میں حضرت محمد (ﷺ) کی صفات کا ذکر ہے تب مشرکین نے کہا ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر ایمان لائیں گے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں اس کے بعد اُن کی قیامت کے دن کی حالت کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ ایک دوسرے سے اُلجھیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور کہیں گے کمزور لوگ اُن مغروروں سے تمہارے دن رات کے مکر وفریب نے ہمیں ہدایت سے دور رکھا جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کو ماننے سے انکار کر دیں اور بتوں کو اس کا ہمسر بنائیں اور دل ہی دل میں پچھتائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے جنہوں نے کفر کیا کیا انہیں بدلہ دیا جائے گا بجز اس کے

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾

صدق اللہ العظیم

جو وہ کیا کرتے تھے (۳۳) ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈر سنانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے متکبرین نے کہا جس چیز کو دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم انکار کرتے ہیں (۳۴) اور کہا ہم مال اولاد کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا (۳۵)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں متکبرین کا کمزور لوگوں کو جواب تھا کہ ہم نے تمہیں گمراہ نہیں کیا تم خود ہی مجرم تھے۔اس آیہ کریمہ میں کمزور لوگوں کا متکبرین سے جواب ہے کہ تم ہمیں ذمہ دار ٹھہرا رہے ہو حالانکہ تم نے اپنی چال بازیوں جھوٹے پروپیگنڈے سے دن رات مخلوق خدا کو اللہ سے کفر کرنے اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے میں لگے رہے تھے اور لوگوں کو بیوقوف بناتے تھے ہر دن کوئی نہ کوئی گمراہ کرنے کا نیا منصوبہ بنا دیتے تھے اور وہ جب عذاب دیکھیں گے تو دل میں پچھتائیں گے ان کی سزا یہ ہوگی کہ ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے ان کے کردار کا انہیں بدلہ دیا جائے گا۔

اس آیہ کریمہ میں اس بحث تمحیص کا خلاصہ فرما دیا گیا کہ ہر شخص پر لازم ہے وہ اپنے ارادہ کو اللہ کی اطاعت میں صرف کرے اور خداداد صلاحیتوں سے اپنے کو اپنے رب کے قریب لے جائے۔اگر کوئی شخص خداداد صلاحیتیوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتا اور اپنے کو گمراہی کے گڑھے میں گرا لیتا ہے تو قیامت کے دن اس کا یہ عذر قطعی قبول نہ ہوگا کہ اُسے فلاں نے گمراہ کیا ہر شخص کو اپنے کئے کی جزا سزا ہوگی، دنیا دارُ العمل ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''الدنیا مزرعة الآخره '' دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کوئی جو کچھ بوئے گا وہی اُٹھائے گا ہم نے ہر بستی میں لوگوں کی اصلاح کیلئے ڈرانے والا بھیجا ہمارے بھیجے ہوئے

رسول نے ان لوگوں کو گمراہی سے بچنے ایک خدا کی پرستش آخرت کے عذاب سے بچنے کے مسائل بتائے سمجھائے مگر وہاں کے سرکش ومتکبرین نے جواب میں کہا جو کچھ تم لائے ہم اس کا انکار کرتے ہیں رسولوں سے کہا تم کون ہو جو ہماری اصلاح کی باتیں کرتے ہو، مال کی کثرت، اولاد کی فراوانی، باغات کی نعمت، عمدہ قسم کے محل، زندگی کی ساری سہولتیں بہترین عیش وعشرت یہ سب کچھ ہمیں میسر ہے گمراہ تو تم لوگ ہو جو غربت فقر میں گھرے ہوئے ہو، کھانے کو خوراک نہیں، رہنے کو مکان نہیں، پینے کو سامان نہیں، ہمیں عذاب نہیں ہوگا، ہمیں عذاب نہیں دیا جاسکتا۔

معلوم ہوتا ہے دنیا کی دولت، عزت کو اللہ کے ہاں قبولیت کی دلیل بنانا یہ بڑا شیطانی فریب ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں دو شخص کاروبار میں شریک تھے، ایک شخص دور چلا گیا، حضور ﷺ تشریف لائے تو ساحلی علاقہ کے ساتھی نے مکی ساتھی سے پوچھا جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کی صورت حال کیا ہے؟ مکی نے اسے کہا چند غریب لوگ اس پر ایمان لائے ہیں یہ ساحلی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور ماحول دیکھا مسلمان ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تجھے کیسے پتہ چلا، میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا آپ کی دعوت کا حق ہونا تو عقل سے سمجھ لیا اس کی علامت یہ دیکھی کہ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام پہلے آئے ان کے ماننے والے غریب فقیر کم حیثیت لوگ ہوتے ہیں۔ اس پر یہ آیہ نازل ہوی ''وما ارسلنا فی قریۃ''

(تفسیر ابن کثیر)

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِـهٖ وَاَصْحَابِـهٖ بِعَدِدِ خَلْقِـهٖ

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىٕكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

صدق اللہ العظیم

آپ کہہ دیجئے میرا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھلا کرتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے مگر زیادہ لوگ (ان حکمتوں کو) جانتے نہیں (۳۶) (یادرکھو) تمہارے مال تمہاری اولاد ایسی چیزیں تمہیں اللہ کے قریب نہیں کرتیں مگر جو ایمان لایا نیک کام کرتا رہا، اُسے ہی ہمارا قرب نصیب ہوگا، ایسے ہی لوگوں کو دوہرا اجر ملے گا اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے (۳۷) وہ لوگ جو ہماری آیات کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں وہ لوگ ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے (۳۸)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کچھ لوگوں کی کم عقلی کا ذکر فرمایا گیا ہے رزق کی تقسیم کے سلسلہ میں غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے اور نظریہ بنالیا کہ جسے اللہ زیادہ رزق دیتا ہے وہ اس کا محبوب ہے اور جسے رزق تنگی کے ساتھ دے رہا ہے وہ خدا کے غضب میں مبتلا ہے، یہ ان کی کم فہمی ہے کئی شریف پاکباز لوگ ہیں جو شرافت کے لحاظ سے معیاری بندے ہیں مگر تنگی رزق میں مبتلا ہوتے ہیں اور کئی ناپاک غلیظ مجرم رزق کی فراوانی میں گھرے ہوتے ہیں، اب کون عقل مند ہے جو کہے گا کہ پاکیزہ اخلاق لوگ ناپسند ہیں اور مجرم خبیث لوگ پسندیدہ ہیں۔ رزق کا زیادہ یا کم ہونا کسی کے گمراہ یا نیک ہونے کی کوئی دلیل نہیں یہ تو قدرت کے فیصلے ہیں کسی کو امیر بنا دے کسی کو غریب۔ ہدایت کا تعلق مال کی زیادتی کے ساتھ نہیں لیکن اکثر لوگ اسے جانتے نہیں۔ مال

اولاد کی کثرت سے یہ نہ سمجھ لو کہ تم اللہ کے مقرب ہو، قربِ خداوندی کی نعمت تو اسے نصیب ہوتی ہے جس کے دل میں ایمان کی شمع روشن ہو، یہی وہ لوگ ہیں جن کو دوگنا اَجر نصیب ہوگا اور جنت کے بالاخانوں میں مقیم ہوں گے اور وہاں انہیں کسی قسم کا غم نہیں ہوگا۔

یہ مقبولین بارگاہ کا حال ہے دنیا میں کوئی ان کی قدر پہچانے یا نہ پہچانے آخرت میں ان کو دوگنا اجر ملے گا جسے دنیا میں دولت والے اپنی دولت کو بڑھانے میں لگے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کی جزا آخرت میں بڑھا دے گا، ایک عمل کی جزا اس کے دس امثال ہوں گے اور اس میں بھی منحصر نہیں اس کے اخلاص عمل اور دوسرے اسباب سے ایک عمل کی جزا اس کے سات سو گنا تک ملنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اس میں بھی حصر نہیں اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے اور یہ لوگ جنت کے باغات میں رنج وغم سے محفوظ رہیں گے (مظہری) اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں وہی ہمیشہ دوزخ میں گرفتار رہیں گے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ

(محبوب) آپ کہہ دیجئے بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھلا کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور دے دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے (۳۹) اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے (۴۰) فرشتے کہیں

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

صدق اللہ العظیم

گے تو شرک سے پاک ہے ہمارا مالک تو ہے ہمارا اُن سے کیا واسطہ بلکہ یہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ان میں سے اکثر ان پر ایمان رکھتے تھے (۴۱)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں بھی یہی عنوان ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے رزق کی تنگی میں مبتلا کر دیتا ہے اس عنوان کو دوبارہ فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ رزق کی کمی بیشی کا تعلق اللہ کی مشیت سے ہے رضا سے نہیں، مشیّت خداوندی کے تحت ہر نیک بد کو رزق مل رہا ہے، خدا کے ماننے والا بھی رزق پا رہا ہے، خدا کا باغی بھی۔ رزق کا زیادہ ہونا اس کی دلیل نہیں کہ وہ بندہ اللہ کا پسندیدہ ہے اور رزق کی تنگی اس کی دلیل نہیں کہ وہ بندہ خدا کا ناپسندیدہ ہے جو شخص مادی فوائد کو خیر وشر کا پیمانہ سمجھتا ہے وہ شخص حق سے دور ہے اگر کسی کی پسندیدہ عادات سے رزق الٰہی میں برکت ہے تو اُسے اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اگر وہ باغی ونافرمان ہے اور اُسے رزق کھلا مل رہا ہے تو اُسے عذاب کیلئے تیار رہنا چاہئے۔

پہلی آیہ کریمہ اور اس آیہ کریمہ دونوں کا ایک ہی عنوان دکھائی دیتا ہے مگر فرق یہ ہے، پہلی آیہ پاک میں مختلف انسانوں میں تقسیم رزق کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت کسی کو زیادہ کسی کو کم دیتا ہے، اس آیہ کریمہ میں ایک ہی شخص کے مختلف حالات کا ذکر ہے کہ ایک ہی شخص کو کبھی، مال کی فراخی اور وُسعت ملتی ہے اور کبھی اُسی کو تنگی اور تنگ دستی پیش آتی ہے اور فرمایا (مال والو!) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور دے دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہر روز دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں اے اللہ! خرچ کرنے والوں کو اس کا بدل عطا فرما اور بخل کرنے والے کا مال ضائع کر دے، ایک اور حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا

مجھے اللہ نے فرمایا آپ لوگوں پر خرچ کریں میں آپ پر خرچ کروں گا۔

"خیر الرازقین" کے ارشاد سے یہ پتہ چلتا ہے اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات ایسی ہیں جو اسی کی ہیں مگر مجازی طور پر بندوں کی طرف بھی منسوب ہو جاتی ہیں، جیسے یہاں پر ہے کہ وہ رزق دینے والوں میں بہتر رزق دینے والا ہے۔ قیامت کے دن جھوٹے معبودوں کی عبادت کرنے والوں کے بارہ میں فرشتوں سے پوچھا جائے گا کیا تم ان کی عبادت سے راضی تھے تم نے چاہا تھا کہ وہ تمہاری پرستش کریں، یہ سوال صرف فرشتوں سے ہی نہیں بلکہ اور ہستیوں سے بھی کیا جائے گا جن کی دنیا میں عبادت کی گئی، فرشتے عرض کریں گے اللہ تو پاک ہے ہمارا مالک تو ہی تو ہے ہمیں ان سے کیا واسطہ یہ لوگ تو شیاطین کی عبادت کرتے تھے، بظاہر تو ہمارا نام لیتے تھے مگر دراصل پرستش شیاطین کی کرتے تھے کیونکہ شیاطین نے ہی انہیں یہ راستہ دکھایا تھا اور پھر ان لوگوں کو جہنم رسید کر دیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ قیامت کے دن فرشتوں سے سوال ہوگا کہ یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے اس سے فرشتوں کی عبادت کرنے والے مشرکین کا رد ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ

پس آج تم میں سے کوئی کسی کیلئے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے اور ہم ظالموں سے کہیں گے اب تم اُس آگ کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے (۴۲) اور جب اُن پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ شخص تو تمہیں اس چیز سے روکنا چاہتا ہے جس کی تمہارے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور انہوں نے کہا یہ (قرآن) محض من گھڑت بہتان ہے اور

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾

کفار کے پاس جب حق آیا تو انہوں نے اس کے متعلق کہا یہ محض کھلا ہوا جادو ہے (۴۳)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

کفار و مشرکین جو ایک خدا وحدہٗ لاشریک کو چھوڑ کر معبودانِ باطل کی پرستش کرتے تھے، قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کو کسی قسم کا نفع ونقصان نہ پہنچا سکیں گے، تم میں سے کوئی نہ کسی کی شفاعت کر سکے گا، نہ کسی کو نجات دلا سکے گا اور نہ ہی کوئی کسی کو عذاب میں مبتلا کر سکے گا یعنی فرشتے اپنی عبادت کرنے والوں سے ضرر اور عذاب کو دور نہ کر سکیں گے۔ اور وہ دنیا میں کیئے گئے اعمال کی سزا چکھیں گے جو انہوں نے احکام خداوندی کا انکار کیا، خدا کی طرف سے بھیجے گئے رسولوں کو نہ مانا قیامت واقع ہونے کا انکار کیا جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتیں اور انہیں حق کی طرف بلایا جاتا تو کہتے تھے کہ یہ بندہ تو ہمیں اپنے باپ دادا کی عبادت سے روکتا ہے اور انہوں نے ہماری آیات کو جھوٹ کہا اور جب بھی ان کے پاس حق آیا تو اُسے جھوٹ کہا جادو کہا اور یہ کہا کہ یہ بندہ تو تمہیں باپ دادا کے دین سے ہٹا کر اپنے تابع بنانا چاہتا ہے۔

ان ساری باتوں سے ان بدنصیبوں کا مطلب یہ تھا کہ یہ نبی نہیں (معاذ اللہ) ان آیات مبارکہ میں ان کے کفر کو بیان فرمایا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ قرآن مقدس کی آیات مبارکہ کا اِنکار نبی کریم ﷺ سے استہزاء لوگوں سے کہنا کہ یہ تمہیں تمہارے باپ دادا کے سچے دین سے روکتا ہے، تمہیں باطل نظریات کی دعوت دیتا ہے، قرآن اس کا خود ساختہ کلام ہے، اس کا کلام محض جادو ہے ان کی یہ ساری لغویات گستاخیاں آج ان کیلئے عذاب کا سبب بن گئیں۔

وَمَا آتَيْنَاهُم مِّن كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا
وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِن نَّذِيرٍ ﴿٤٤﴾
وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَمَا
بَلَغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا
رُسُلِي ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٥﴾ قُلْ إِنَّمَا
أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ
وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا ۚ مَا بِصَاحِبِكُم
مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ
يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَأَلْتُكُم
مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى
اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٤٧﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے ان کو (آسمانی) کتابیں نہیں دی تھیں جن کو یہ پڑھتے پڑھاتے تھے اور نہ آپ سے پہلے ہم نے ان کی طرف کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تھا (۴۴) اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی (رسولوں کو) جھٹلایا تھا اور جو نعمتیں ہم نے ان کو دی تھیں یہ اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے، سوانہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو اُن پر میرا کیسا عذاب آیا تھا (۴۵) آپ کہئے کہ میں تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کیلئے تم دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر غور کرو تمہارے اس پیغمبر کو جنون نہیں ہے وہ تو صرف تم کو سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں (۴۶) آپ کہئے میں نے تم سے کوئی معاوضہ طلب کیا ہے تو وہ تم ہی دیکھو میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ پر ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے (۴۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی گستاخی کا ذکر تھا کہ وہ حضور ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں، اس آیہ پاک میں اس کا جواب ہے اس سے پہلے خدا کی طرف سے نہ کوئی کتاب آئی اور نہ کوئی رسول ایسا آیا جس نے آ کر

انہیں یہ تعلیم دی کہ اللہ کے بغیر دوسروں کی عبادت کیا کرو، اس لئے یہ لوگ علم کی بناء پر نہیں بلکہ سراسر جہالت کی بناء پر قرآن مقدس اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید کا انکار کر رہے ہیں، ان سے پہلے گزرے لوگ جھٹلا چکے ہیں یہ مکہ کے باسی مخالفت کرنے والے تو ان پہلوں کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ جب ان شان وشوکت والے پہلے لوگوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ آخر کار کس طرح برباد ہوئے ان کا نام و نشان نہ رہا ان کی قوت ان کی دولت ان کے کام نہ آسکی۔ ان کی جاہ وحشمت خاک میں مل گئی، ان کا ملک تم سے زیادہ وسیع تھا، زمین بڑی زرخیز تھی، حکومت مضبوط تھی مگر وہ میرے رسولوں کی مخالفت کرکے برباد ہو گئے ان کے مقابلہ میں تمہاری تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔ سوچو اور اپنی اصلاح کرو۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! آپ ان سے کہئے میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم ایک ایک یا دو دو تعصّبات سے بالاتر ہو کر غور کرو وہ کیا بات ہے جس کی بناء پر تم اس شخص کو مجنون کہہ رہے ہو جو تمہارے درمیان اَمین رہا صادق رہا نہایت دانا رہا تم نے خود اُسے بلند معیار کا آدمی مانا، تعمیر کعبہ کے موقعہ پر جب حجر اسود رکھنے پر قریش میں جھگڑا ہو گیا ہر قبیلہ کہتا تھا وہ حجر اسود کعبہ میں نصب کرے گا۔ اس انتہائی ناسازگار حالات میں تم سب نے اتفاق سے محمد رسول اللہ (ﷺ) کو حکم تسلیم کیا تھا اور اس کے فیصلے پر تم سارے خوش ہو گئے تھے، اب ایسی کیا بات ہو گئی کہ تم اسی مقدس مبارک شخص کو مجنون کہہ رہے ہو وہ تو تمہیں عذاب آنے سے پہلے اس سے ڈرانے والا ہے۔

محبوب! انہیں کہہ دیجئے اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تمہیں ہی مبارک ہو میرا اجر رب قدوس کے ذمہ کرم ہے وہی ہر چیز پر گواہ ہے۔ اِسی عنوان کو سورۃ الفرقان میں اس طرح فرمایا گیا ہے ’’قل ما اسئلکم علیه اجرا ‘‘ان سے کہو میں اس کام پر تم سے کسی قسم کا اجر نہیں مانگ رہا۔

اس آیہ پاک سے ہی آپ کی رسالت کو ثابت کیا ہے کہ میں اللہ کا پیغام پہنچانے میں کوئی معاوضہ طلب نہیں کر رہا، اللہ ہر شے کا نگہبان ہے وہ ہر ظاہر و باطن کو جانتا ہے وہ میرے خلوص میری سچائی، میری

نیت کو اچھی طرح جانتا ہے اس میں یہ بھی اشارہ دیا گیا ہے کہ دین کی خدمت کرنے والوں میں خدا کی رضا، خلوص، سچائی کا جذبہ وافر ہونا چاہئے ان کی خدمات طمع سے خالی ہوں۔

وَصلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِیْ شَكٍّ مُّرِیْبٍ ﴿۵۴﴾

صدق اللہ العظیم

(محبوب!) آپ کہہ دیجئے میرا رب حق بات نازل فرماتا ہے وہ تمام غیوب کا بہت جاننے والا ہے (۴۸) آپ کہئے حق آ گیا اور باطل نہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے اور نہ کسی چیز کو لوٹاتا ہے (۴۹) آپ کہئے اگر میں (بالفرض) گمراہ ہوں تو میری گمراہی کا ضرر صرف مجھ پر ہی ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے، بے شک وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے (۵۰) اور کاش آپ وہ وقت دیکھتے جب یہ کفار گھبرا رہے ہوں گے اور ان کیلئے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں ہوگی اور ان کو قریب سے ہی پکڑ لیا جائے گا (۵۱) اور وہ اس وقت کہیں گے ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے اور اتنی دور کی جگہ سے کیسے حصول ہو سکتا ہے (۵۲) وہ اس سے پہلے اس کا کفر کر چکے تھے اور بہت دور

اندازے تخمینے سے باتیں کرتے تھے (۵۳)
اور ان کی خواہشات کے درمیان ایک پردہ
ڈال دیا گیا جیسے پہلے بھی ان جیسے لوگوں کے
ساتھ کیا گیا تھا بے شک وہ بھی بڑے شک میں
مبتلا تھے (۵۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا محبوب! انہیں کہہ دیجئے میں تم سے کسی قسم کا معاوضہ طلب نہیں کرتا میرا اجر تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔اس آیہ میں ارشاد ہے محبوب! آپ کہہ دیجئے تمہاری ضد، ہٹ دھرمی نہ رُکی تو جان لو، میرا رب باطل پر حق سے ضرب لگاتا ہے اور طاغوتی قوتوں کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ میرا رب وحی کے ذریعہ مجھ پر علم حق کا القاء کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں یہ حق پہنچانے کا کام کسی ذاتی مفاد کیلئے نہیں کر رہا، یہ تو اُس کی رضا کیلئے آپ کہہ دیجئے حق آ گیا اور اب باطل کیلئے کچھ نہیں وہ مٹ گیا۔ اسلام کو غلبہ نصیب ہو گیا اور باطل کیلئے ذلت ورُسوائی مقدر ہو گئی جیسے قرآن حکیم میں دوسری جگہ ارشاد ہے ”جاء الحق و زهق الباطل“ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔

قذف کا معنیٰ پھینکنے کا آتا ہے یہاں باطل کے مقابلہ میں حق کو پیش کرنا ہے، جیسے کوئی بھاری شے کسی کمزور چیز پر پھینکی جائے تو وہ پاش پاش ہو جاتی ہے اسی طرح حق کے مقابلہ میں باطل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ محبوب! آپ کہہ دیجئے حق سچا دین آ گیا ہے اور جھوٹ تو نہ کسی چیز کو پیدا کرے اور نہ ہی پھیر کر لا سکتا ہے یعنی حق کے مقابلہ میں باطل ایسا ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے کہ وہ کسی چیز کی ابتداء کرنے کے قابل ہی نہیں اور نہ ہی دوبارہ لوٹانے کے۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا،محبوب!ان سے کہئے اگر میں گمراہ ہوگیا جیسا تم مجھ پر الزام لگا رہے ہواور گمان کر رہے ہوتو میرا نبوت کا دعویٰ صحیح نہیں تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہی پڑے گا اس کی ذمہ داری میں تم نہ پکڑے جاؤ گے لیکن اگر میں ہدایت پر ہوں جیسا کہ درحقیقت ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی آتی ہے جس کے ذریعہ میں حق کی راہ دکھا رہا ہوں اور مجھے سچائی کا علم ہوگیا ہے میرا رب قریب ہے موجود ہے، وہ جانتا ہے گمراہ کون ہے اور حق پر کون ہے۔

اگلی آیہ پاک میں قیامت کے ان کی گھبراہٹ پریشانی کا ذکر ہے کاش تم اُن کے اس منظر کو دیکھو جب گھبرائے ہوں گے اور بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی، حواس باختہ ہو چکے ہوں گے، بچ بچا کر بھاگ نکلنے کا بھی موقعہ نہیں ہوگا، فرشتے ان کی گرفتاری کیلئے تیار ہوں گے اس سنگین صورت حال کو دیکھ کر کہیں گے، ان پر ایمان لے آئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں مگر اب وقت گذر گیا وہ گھڑیاں بہت دور رہ گئیں، افسوس وہ حسین وقت گذر گیا جب ہمارا محبوب انہیں حق کی طرف بلا رہا تھا، انہوں نے اس حسین وقت سے فائدہ نہ اُٹھایا، آج چاہتے ہیں کہ ہدایت کا نور مل جائے اور توبہ قبول ہو جائے ایسا نہیں ہو سکے گا۔ آج ایمان لانے کا کیا فائدہ، دنیا میں تو وہ ہمارے رسول سے دشمنی کرتے رہے، دور سے ہی ہمارے رسول کے خلاف یاوہ گوئیاں کرتے رہے، ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی جیسے اُن سے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا گیا ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوگی کہ ایمان قبول ہو، توبہ قبول ہو، عذاب سے خلاصی مل جائے۔ یہ لوگ بڑے گمراہ کن شک میں پڑے ہوئے تھے، انہیں خدا کے وجود میں شک ہوا، توحید کی صداقت میں شک ہوا، یوم قیامت پر شک ہوا، اسی شک پر زندگی گزار دی اور اِصلاح نہ کی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورۂ فاطر

اس کا نام ملائکہ بھی ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ سورۂ پاک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی،اس کے کئی مضامین میں ایک یہ بھی ہے حضورﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کفار ومشرکین کی ہرزہ سرائی سے پریشان نہ ہوں،آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء علیہم السلام آئے قوموں نے ان کی تکذیب کی،اس تکذیب کی پاداش میں وہ قومیں برباد ہوگئیں۔اس سورۂ پاک میں مشرکین کی بت پرستی کی مذمت بھی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل بھی پیش کئے گئے ہیں۔اس سورۂ پاک میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دنیوی زندگی کو تباہ وبرباد کرنے کیلئے مال ودولت،عیش وعشرت بڑا سبب بن جاتے ہیں اور شیطانی راہ پر چلادیتے ہیں،شیطان گناہوں کو بنا سجا کر دکھاتا ہے اور گمراہ کردیتا ہے اس گمراہی سے بچنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ شیطان کو اپنا دشمن سمجھا جائے۔

اس سورۂ پاک میں اہل علم کی فضیلت بھی فرمائی گئی ہے کہ یہی لوگ آیات ربانی میں غوروفکر کرتے ہیں اور حق کی راہ پالیتے ہیں۔سورۂ پاک میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ رحیم ہے کریم ہے غفور ہے۔وہ مجرموں کو فوری طور پر فنا وبرباد نہیں کرتا،مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرلیں اور عذاب سے بچ جائیں جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے تو پھر ہلاک کردیتا ہے۔سورۂ پاک میں انسانوں کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ وہ غوروفکر سے کام نہیں لیتے،کیا عقل گواہی نہیں دیتی کہ بھلے اور برے کو یکساں نہیں ہونا چاہئے۔اس سورۂ پاک میں ایمان قبول کرنے والوں کو بھی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں تاکہ ان کے دل مضبوط ہوں اور وہ اللہ کے وعدوں پر اعتماد کرکے راہِ حق میں ثابت قدم رہیں۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

سورۃ فاطر ۳۵ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | آیاتہا ۴۵

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ھے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَةٍ مَّثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾ مَا یَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمۡسِكۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۲﴾

صدق اللہ العظیم

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کے بنانے والا ہے جس نے فرشتوں کو پیغام رساں بنایا جو پردار بازوؤں والے ہیں کسی کے دو کسی کے تین کسی کے چار وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے(۱) اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے جو رحمت کھول دے اُس کو کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کردے تو اس کے بند کرنے کے بعد اُسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے(۲)

تفسیر

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں کہ آسمانوں زمینوں کا خالق وہی ہے حقیقتاً حمد وثناء اُسی کیلئے ہے باقی کائنات میں خوبیاں اور کمالات جو پائے جارہے ہیں وہ بھی درحقیقت اسی کے عطا کردہ ہیں ان کمالات میں سے ایک کا ذکر یہاں فرمایا جارہا ہے اُس اللہ نے آسمانوں، زمینوں کی تخلیق فرمائی اس سے پہلے ان کا نام ونشان بھی نہ تھا اس تخلیق میں کمال قدرت ہے کہ یہ چیزیں ہزار ہا سال سے بنی ہوئی آرہی ہیں مگر ان میں نقص خرابی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی، ساتھ ہی ایک اور کمال کا ذکر فرمادیا گیا ہے، اس رب ذوالجلال نے انبیاء علیہم السلام تک اپنا حکم پہنچانے کیلئے فرشتوں کی ڈیوٹیاں لگادی ہیں وہ اللہ سے حکم لیتے ہیں اور انبیاء تک پہنچاتے

ہیں۔فرشتے اس خدمت کونہایت ذمہ داری سے انجام دے رہے ہیں۔فرشتوں کی صورت حال کوذکرفرمایا گیاان میں سے کسی کے دوپَر ہیں کسی کے تین اور کسی کے چار، کسی کے ان سے زیادہ بھی ہیں جیسے حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضورعلیہ السلام نے فرمایا میں نے جبریل کودیکھاان کے چھ سوپر تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورعلیہ السلام نے جبریل کودومرتبہ اصل شکل میں دیکھاان کے چھ سوبازو تھےاوروہ پورے اُفق پر چھائے ہوئے تھے۔

اللہ قادرمطلق ہے وہ اپنی مخلوق میں جسے چاہتا ہے دوسرے پر برتری فرمادیتا ہے اس کیلئے کوئی مسئلہ مشکل نہیں، وہ ہرشے پرقادر ہے،مخلوق میں زیادتی فرمانے کاایک معنی یہ بھی ہے کہ انسانوں کی صفات میں زیادتی فرمارہاہے۔ابوحیّان نے بحرمحیط میں اِسی کواختیارکیاہے،کہ اس زیادہ میں حسن،آواز،خلق،صورت ،عقل،علم شیریں کلامی سب داخل ہیں۔اس سے یہ ثابت ہے انسان کوجوبھی کمال عطاہوا،وہ اللہ کی طرف سے ہے جس کا اُسے شکرادا کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے جورحمت کھول دے تو اس کوکوئی بند کرنے والانہیں،رحمت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ انبیاءعلیہم السلام ہیں،اللہ نے رسولوں کولوگوں پر رحمت کرنے کیلئے بھیجاہے۔ایک تفسیر یہ ہے رحمت سے مراد بارش، رزق یہ نعمتیں وہی عطا کرتا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رحمت سے مرادتوبہ ہے یہ اس کی رحمت ہے جسے توبہ کی توفیق بخش دے۔ایک معنی یہ کیا گیا ہے رحمت سے مراددعا ہے ہدایت ہے۔یہ ارشادگرامی کہ اللہ جودے اُسے کوئی روکنے والانہیں جوروک دے تو کوئی دینے والانہیں اس کی تائید میں حضوردعائیہ کلمات میں جوفرمایا کرتے تھے''اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ''اے اللہ!جس چیز کوتو عطا کرے اس کوکوئی روکنے والانہیں اور جس چیز کوتو روک لے اس کوکوئی دینے والانہیں۔حضورعلیہ السلام کی اس دعا سے اللہ پرتوکل اس کی ذات پراعتماد اور مشکلات ومصائب سے نجات کادرس ملتاہے۔

آیہ مبارکہ آخر میں ''الحکیم'' فرمانے میں اشارہ ملتا ہے اس کا کسی کو زیادہ دینا کسی کو کم دینا یہ کسی حکمت کی بناء پر ہے، زیادہ رزق حق ہونے کی دلیل نہیں، رزق کا کم ہونا کسی کے حق پر نہ ہونے کی دلیل نہیں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ٘ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳ وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا٘ۥ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِؕ ۝۶

اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد رکھو، جو اس نے تم پر فرمائی کیا اللہ کے بغیر کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اس سے منہ پھیرے کدھر جا رہے ہو (۳) اور اے محبوب! یہ تجھے جھٹلا رہے ہیں تو (کوئی نئی بات نہیں) آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا، آخر کار سارے کام اللہ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں (۴) اے لوگو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے اور نہ فریب میں مبتلا کر دے تمہیں اللہ کے بارہ میں، وہ بڑا دھوکے باز (شیطان) (۵) بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے اسے دشمن جانو وہ اپنی جماعت کو بلاتا ہے کہ وہ دوزخی ہو جائیں (۶)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

آیہ مبارکہ میں انسانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ کی طرف سے تم پر جو بے شمار نعمتوں کا کرم ہے اس عظیم فضل کا تقاضا یہ ہے کہ تم ان نعمتوں کو یاد رکھو اور اپنے رب قدوس کا شکر ادا کرو اور اس کی طرف سے کئے گئے بے شمار احسانات کو فراموش نہ کرو اور اس حقیقت کو اچھی طرح جان لو کہ تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں، وہی حقیقی کارساز ہے وہی رحیم ہے، انعامات سے نوازتا ہے نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا ایسا شاندار وظیفہ ہے جو نعمتوں میں برکت کا سبب بنتا ہے ہر بندہ اپنے کام میں مال میں کاروبار میں فراوانی چاہتا ہے کہ اس کا مال بڑھے۔ رب قدوس نے ان کے مال جان میں برکت کا یہ وظیفہ فرمایا ہے کہ انسانو! تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو میں زیادہ کردوں گا، اگر ناشکری کرو گے تو میری گرفت سخت ہے، مشرکین سے سوال کیا جارہا ہے، بتاؤ اللہ کے بغیر بھی کوئی خالق ہے جو تمہیں آسمانوں زمینوں سے رزق دیتا ہے جب مشرکین سے اس کا جواب خاموشی میں ملتا ہے اور وہ زبان حال سے کہتے ہیں کہ رازق تو صرف وہی ہے تو محبوب! آپ بتائیں پھر معبود بھی اس کے بغیر کوئی دوسرا نہیں، پھر تمہیں یہ دھوکا کیسے لگ گیا کہ خالق و رازق تو اللہ ہو اور معبود کوئی دوسرا ہو۔

محبوب! اگر ان واضح دلائل کے ہوتے بھی کفار و مشرکین تیری نبوت و رسالت کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں، آپ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا گیا لوگو! اس دھوکے میں نہ رہو کہ قیامت میں حساب کتاب نہیں ہوگا، جواب طلبی سے بچ جاؤ گے ایسا ہرگز نہیں ہوگا، اس کا وعدہ سچا ہے قیامت کا انکار کرانے میں تمہیں شیطان دھوکا دے رہا ہے اور خدا کے بارے میں یہ دھوکا دیتا ہے کہ خدا ہے ہی نہیں اور کسی کو دھوکا دیتا ہے کہ حشر نشر کا تصور ہے ہی نہیں کسی سے کہتا ہے وحی و رسالت کا کوئی مسئلہ نہیں، کسی کو یہ دھوکہ دیتا ہے جب وہ غفور ہے تو ڈر کا ہے کا یہ ساری اس کی فریب بازیاں ہیں۔ ایمان خوف اور اُمید کے درمیانی درجہ کا نام ہے اگر صرف ڈر ہی ڈر ہو تو اس کی صفت رحیمی کا انکار ہے اگر صرف اُمید ہی اُمید ہو تو اس

کی صفت قہاری کا انکار ہے۔ درمیانی درجہ کا نام ایمان ہے فرمایا لوگو شیطان تمہارا دشمن ہے تمہیں اس لئے اپنی طرف بلا رہا ہے کہ تم دوزخیوں میں شامل ہو جاؤ۔

پہلی آیہ مبارکہ میں ''یاایہاالناس'' فرما کر توحید کی دعوت دی جا رہی ہے کہ لوگ شرک سے بچیں، دوسری آیہ میں یاایہاالناس فرما کر گمراہ کن کاموں اور بری عادات سے روکا جا رہا ہے اور قیامت کا دن یاد دلایا جا رہا ہے کہ وہ حق ہے، آئے گا۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۬ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ۠﴿۷﴾ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾

صدق اللہ العظیم

جو لوگ کافر ہوئے ان کیلئے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کیلئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے (۷) وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا ہے وہ اس کو خوبصورت نظر آتا ہے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے آپ ان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں (۸)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں کفار کیلئے عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے، خدا کے نہ ماننے والے کتاب مقدس قرآن کا انکار کرنے والے رسول پاک علیہ السلام کی دعوت حق کو ٹھکرانے والے یہ سبھی کفار ہیں، انہیں سخت عذاب ہوگا اور جو لوگ ایمان لائے عمل اچھے کئے انہیں عظیم اجر ملے گا۔

اگلی آیہ پاک میں گمراہوں کے سرغنہ سرکش کی گمراہی کا ذکر فرمایا گیا ایسا براشخص جس کا ذہن بگڑ چکا ہے برے بھلے کی امتیاز نہیں کر سکتا جس کیلئے گناہ کی زندگی محبوب ہوتی ہے وہ نیکی کو برا سمجھتا ہے برائی کو بہت اچھا جانتا ہے ایسے شخص پر نعمت کارگر نہیں ہو سکتی وہ نہ خود سمجھ سکتا ہے نہ کسی سمجھانے والے کا اثر لیتا ہے ایسے شخص کو ہدایت دینے کیلئے آپ اپنی جان کو پریشان کرنے کے بجائے ان لوگوں کی طرف توجہ کریں جن کے ضمیر زندہ ہیں جنہوں نے اپنے دلوں کے دروازے بند نہیں کئے جو لوگ اس حد تک بگڑ جاتے ہیں، اللہ انہیں ہدایت کی توفیق سے محروم کر دیتا ہے، حضورﷺ کو فرمایا جا رہا ہے محبوب آپ پریشان نہ ہوں صبر کریں ان کے حال پر غم کھانا چھوڑ دیں، ان کی حالت ان کے اپنے کردار کا نقشہ ہے یہ لوگ کس قدر بگڑ چکے ہیں ان کی بے ہودہ حرکات کس قدر واضح اعلان کر رہی ہیں کہ ان پر اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے۔ایک وقت آئے گا جب اللہ انہیں ان کے اعمال کی سزا دے گا وہ ان کے کردار کو اچھی طرح جانتا ہے۔

آیہ مبارکہ کا یہ حصہ کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اس آیہ کے بارہ میں امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، یہ آیہ اس وقت نازل ہوئی جب حضورﷺ نے یہ دعا کی ''اے اللہ اسلام کو عزت وقوت دے عمر بن خطاب کے ذریعہ یا ابوجہل کے'' اللہ تعالیٰ نے ان میں سے عمر بن خطاب کو ہدایت دے کر اسلام کو عزت وقوت کا سبب بنا دیا اور ابوجہل اپنی گمراہی میں رہا۔(مظہری)

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓىِٕكَ هُوَ یَبُوْرُ ۝۱۰

صدق اللہ العظیم

اور اللہ ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادل کو اٹھالاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو مردہ شہر کی طرف لے جاتے ہیں سو زمین کو مردہ ہونے کے بعد اس کو اس بادل کے ذریعہ زندہ کر دیتے ہیں اسی قیاس پر مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے(۹) اور جو شخص عزت چاہتا ہے تو تمام عزتیں اللہ ہی کیلئے ہیں پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہ نیک عمل کو پسند فرماتا ہے اور جو لوگ برائیوں کی سازش کرتے رہتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اور ان کی سازش ناکام ہونے والی ہے(۱۰)

تفسیر

کفار کے اس غلط عقیدہ کی تردید فرمائی جارہی ہے کہ موت کے بعد جی اُٹھنا نہیں منکرین قیامت سے فرمایا جارہا ہے کہ ذرا عقل سے کام لو، کیا تم یہ دیکھتے نہیں کہ خشک سالی کے سبب زمین بنجر ہو جاتی ہے، زمین کا بنجر ہونا اس کی موت ہے اس صورت کو ہم کیسے سدھارتے ہیں کہ ٹھنڈی ہوا اپنے کندھوں پر بادل اُٹھالاتی ہے اور اُس بنجر زمین پر موسلا دھار بارش ہونے لگتی ہے، دیکھتے ہی دیکھتے یہ مردہ زمین پھر زندہ ہو جاتی ہے سبزیاں پھل پودے شاندار بہار کی شکل میں نظر آنے لگتے ہیں۔

روز مرّہ کے اس مشاہدہ پر غور کرو جو اللہ مُردہ زمین کو از سرِ نو زندہ کر دیتا ہے اس کیلئے یہ کون سا مشکل مسئلہ ہے کہ موت کے بعد قیامت کے دن مردوں کو قبروں سے نکال لے اور ان کے کردار کے مطابق انہیں

جزا سزا دے دے۔ حدیث شریف سے اس عنوان کی اس طرح تصدیق ہوتی ہے حضور ﷺ سے عرض کی گئی یارسول اللہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا آپ نے فرمایا کیا تم کبھی ایسی وادی سے نہیں گزرے جو پہلے بنجر تھی اور دوبارہ اس کے پاس سے گزرے تو وہ سرسبز تھی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا انسان کی ایک ایسی ہڈی ہے جس کو زمین کبھی نہیں کھاتی، قیامت کے دن انسان اسی میں بنایا جائے گا۔ اگلی آیہ پاک میں ارشاد ہے جو عزت و آبرو کا خواہش مند ہے اُسے بتا دو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے، جسے جو اور جتنا ملا اللہ سے ملا ہے، تم بھی اسی کی بارگاہ میں عجز و انکساری سے حاضری دو تمہیں بھی نوازے گا، وہ عزت اس سے روکی بھی نہیں جائے گی اور چھپائی بھی نہیں جائے گی، اُسی کی طرف پاکیزہ کلام اور نیک کام چڑھتا ہے۔

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب کوئی مسلمان ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہتا ہے تو ایک فرشتہ اُسے اپنے پروں کے نیچے محظوظ کر لیتا ہے جب اس کا گزر فرشتوں کی جماعت سے ہوتا ہے تو فرشتے یہ کلمات پڑھنے والے کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ پاکیزہ کلمات سے مراد ذکر ہے، تلاوت ہے اور دعا ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ کلمات اوپر چڑھنے سے مراد ان کا بارگاہ قدس میں مقبول ہونا ہے، اگر کہنے والے کی باتیں تو اچھی ہیں مگر اس کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے تو یہ کلمات مسترد کر دیئے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ''الکلم الطیب'' سے مراد ''لا الہ الا اللہ'' ہے۔ اس کلمے کو طیب فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ شریعت میں یہ پسندیدہ کلمہ ہے اور ملائکہ اس سے محظوظ ہوتے ہیں۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے ''الکلم الطیب'' سے مراد اللہ کا ذکر ہے اور ''العمل الصالح'' سے مراد فرائض کا ادا کرنا ہے۔

قرآن مقدس نے قول صالح اور عمل صالح کو ایک دوسرے سے اکٹھا ارشاد فرمایا ہے، عمل اس وقت صحیح نہیں ہو سکتا جب تک عقیدہ صالح نہ ہو ایسے ہی عقیدہ صالح کیلئے ضروری ہے کہ عمل صالح اس کی تصدیق کرے، ایک شخص سود کو حرام کہتا ہے مگر وہ سود خوار ہے، ایسا شخص نہ مخلوق کی نگاہ میں مقبول ہے نہ اللہ کے ہاں

اس کی مقبولیت ہے۔اور جولوگ فریب کاریاں کرتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اس مکر کے متعلق امام ابوالعالیہ لکھتے ہیں اس سے مراد وہ سازش ہے جوانہوں نے دارُالندوہ میں جمع ہوکراور رسول اللہ ﷺ کے قتل کامنصوبہ بنایا،ایسے فتنہ گرلوگوں کوشدید عذاب ہوگا ان کامکر ناکام ہوگا تباہ ہوگا۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

صدق اللہ العظیم

اوراللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں جوڑا جوڑا بنایا اور کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگراس کواس کاعلم ہوتا ہےاور نہ کسی لمبی عمر والےکولمبی زندگی دی جاتی ہےاور نہ کسی کی عمر کم لکھی جاتی ہے مگراس کی تفصیل کتاب میں درج ہےاور یہ بات اللہ کیلئے بالکل آسان ہے(۱۱) اور پانی کے دوذخیرے یکساں نہیں ہوسکتے ایک بہت میٹھا ہے اس کا پینا بڑا خوشگوار ہے، اور دوسرا سخت نمکین ہے اور دونوں میں سے تم تروتازہ گوشت کھاتے ہواور زینت کالباس نکالتے ہو جیسے تم پہنتے ہواور تو کشتیوں کو پانی میں دیکھتا ہے کہ اُسے چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے تاکہ تم اس کے رزق کواس کے فضل سے تلاش کرو یہ تمام انعامات اس لئے ہیں کہ تم شکرادا کرو(۱۲)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں تخلیق انسانیت کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ انسان کی پیدائش پہلے براہِ راست مٹی سے لی گئی تھی پھر اس کی نسل نطفے سے چلائی گئی پھر تمہارے جوڑے جوڑے بنادیئے گئے، کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور یہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے، جو شخص بھی دنیا میں پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق پہلے ہی لکھ دیا جاتا ہے اس نے دنیا میں کتنی عمر پائی ہے کسی کی عمر دراز ہوتی ہے تو اللہ کے حکم سے اور چھوٹی ہوتی ہے تو وہ بھی اللہ کے فیصلے سے یہ سب کچھ اللہ پر آسان ہے جس کی عمر طویل ہوتی ہے وہ پہلے ہی لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہے کم ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہے۔ یہ حکم پوری انسانیت کے بارہ میں ہے کسی ایک فرد کے متعلق نہیں، اگر عمر کی کمی زیادتی کو ایک ہی شخص کے متعلق کہا جائے تو عمر میں کمی کا یہ معنی ہوگا کہ ہر شخص کی عمر جو اللہ نے لکھ دی ہے وہ یقینی ہے اور جو دن گزرتا ہے ایک دن کی کمی کر دیتا ہے، ہر دن بلکہ ہر سانس اس کی عمر سے گھٹا دیتا ہے زندگی چند گنے ہوئے سانسوں کا نام ہے جب بھی ایک سانس گزرتا ہے تیری عمر کا ایک جز گھٹ جاتا ہے۔

امام نسائی نے اس آیہ پاک کی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو نقل کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے اس کے رزق میں برکت ہو، عمر میں برکت ہو تو صلہ رحمی کرے یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ اس حدیث شریف کی تشریح ایک دوسری حدیث سے اس طرح ملتی ہے، آپ سے یہی سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا عمر تو مقرر ہی ہے عمر زیادہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو نیک صالح اولاد بخشتا ہے وہ دعا کرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی دعائیں اسے قبر میں پہنچتی رہتی ہیں مرنے کے بعد وہ فائدہ ملتا رہتا ہے جو خود زندہ رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے مراد عمر کی برکت کا بڑھ جانا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ماں باپ سے نیکی کرنا عمر کو بڑھاتا ہے، اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ برکت ہوتی ہے۔

پانی کے دونوں ذخیرے برابر نہیں، یہ بہت میٹھا ہے اس کو پینا خوشگوار ہے اور دوسرا سخت کھاری ہے تم ان دونوں سے گوشت کھاتے ہو، زیور نکالتے ہو جسے پہنتے ہو کشتیوں کو دیکھتے ہو وہ کس طرح پانی کو چیرتی ہوئی سفر کرتی ہیں تمہیں چاہئے اس کا فضل تلاش کرو اور نعمتوں کا شکر ادا کرو تمہیں میٹھے اور کڑوے پانی سے تازہ گوشت ملتا ہے۔ اس سے مراد مچھلی ہے مچھلی کو تازہ گوشت سے تعبیر فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ مچھلی خود بخود حلال گوشت ہے، ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔

''حلیہ'' سے مراد زیور ہے اس سے مراد موتی ہیں جو دونوں دریاؤں میٹھے اور کڑوے سے ملتے ہیں۔ ''تلبسون'' میں مذکر کا صیغہ استعمال کرنے سے اشارہ ملتا ہے، موتی مرد بھی پہن سکتا ہے، بخلاف سونے کے وہ صرف خواتین کیلئے ہے، مردوں کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ؑ ﴿۱۴﴾

صدق اللہ العظیم

وہ دن کے اندر رات کو اور رات کے اندر دن کو لے آتا ہے، چاند اور سورج کو مسخر کر رکھا ہے ہر ایک مقررہ معیاد تک رواں دواں ہے یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کی ساری بادشاہی ہے اور وہ (بت) جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تو اللہ کے سوا گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں (۱۳) اگر انہیں پکارو تو وہ تمہاری فریاد کو سن بھی نہ سکیں گے اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری درخواست کو قبول نہیں کر سکیں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا صاف صاف انکار کر

دیں گے اور تمہیں خدائے خبیر کی طرح کوئی
آگاہ نہیں کرسکتا(۱۴)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں رب قدوس نے ایک اور انداز میں اپنے وحدۂ لاشریک ہونے اور قادر مطلق ہونے کا ذکر فرمایا ہے، دن کو روشنی آہستہ آہستہ گھٹنی شروع ہوجاتی ہے اور رات کی تاریکی بڑھتے بڑھتے آخر پوری طرح چھا جاتی ہے، اسی طرح رات کے آخر میں پہلے اُفق پر ہلکی سی روشنی نمودار ہوتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ دن نکل آتا ہے اس نے سورج اور چاند کو ایک ضابطے کا پابند بنا رکھا ہے۔

وہی اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کی ساری بادشاہی ہے، کفار و مشرکین سے فرمایا گیا تم رب قدوس کو چھوڑ کر بتوں سے تعلق جوڑے بیٹھے ہو اور تم انہیں کی پرستش میں مصروف رہتے ہو، اُن معبودان باطل کی کمزوری اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ وہ تو کھجور کی گٹھلی باریک سفید چھلکے کے بھی مالک نہیں، جو اس قدر بے بس ہوں کمزور ہوں انہیں معبود بنانا ان کی پرستش کرنا کوئی عقل مندی ہے؟ یہ بے جان بت نہ تمہاری چیخ سن سکتے ہیں نہ فریاد۔ انہیں کیا خبر تم اُن سے کیا کہہ رہے ہو، بالفرض وہ سن بھی لیں تو تمہاری مدد کیسے کرسکتے ہیں جبکہ ان کے پاس قطعی طور پر کسی قسم کا اختیار ہی نہیں۔

قیامت کے دن یہ خود ساختہ معبود صاف صاف انکار کردیں گے اور کہیں گے نہ ہم معبود تھے نہ ہم نے انہیں کہا کہ ہماری پرستش کرو اور نہ ہی ہمارا ان سے کوئی تعلق تھا۔ تمہیں صحیح صورت حال سے آگاہ کیا جارہا ہے اور آگاہ کرنے والا وہ رب ذوالجلال ہے جو ہر ظاہر باطن کو جانتا ہے۔ یہ معبودانِ باطل محض مجبور ہیں انہیں نہ قبول کرنے کا اختیار ہے نہ رد کرنے کا۔ بت تو اس لئے جواب نہیں دیں گے کہ وہ بے جان نہ سن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں لیکن جو فرشتوں کو معبود مانتے ہیں یا کسی اور مقرب خدا کو خدا مانتے ہیں وہ اس لئے جواب نہیں دیں گے کہ ان گمراہوں نے انہیں خدا سمجھ رکھا تھا حالانکہ وہ خدا بننے سے الگ تھلگ تھے وہ

ایسے لوگوں کو کیوں جواب دیں گے جو اُن پر تہمت لگا رہے تھے۔

وَصلّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۗ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اے لوگو! تم سارے اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے اور خوبیوں والا ہے (۱۵) اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے (۱۶) اور ایسا کرنا اللہ پر کوئی دشوار نہیں (۱۷) اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اُٹھانے کیلئے کسی دوسرے کو بلائے گا تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہی ہو، آپ صرف ان لوگوں کو عذاب سے ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو پاکیزہ ہوگا تو وہ اپنے ہی نفع کیلئے پاکیزہ ہوگا اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے (۱۸)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں انسانوں کی محتاجی اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا ذکر فرمایا گیا ہے لوگوں پر یہ حقیقت واضح ہونی چاہئے کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں تم سب اس کے محتاج ہو، کوئی اُسے مانے یا نہ مانے عبادت کرے یا نہ کرے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ حقیقت یہی ہے تم ہی اس کے محتاج ہو تمہاری زندگی اس کے کرم کی محتاج

ہے تمہیں جو اس کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے وہ اس لئے نہیں کہ تمہاری عبادت کی اُسے ضرورت ہے بلکہ وہ تمہاری آخرت کی بہتری کیلئے اگر اطاعت عبادت نہ کرو گے تو نقصان تمہارا ہی ہے وہ تو بے نیاز ہے غنی ہے حمید ہے کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے وہ حمید ہے محمود ہے غنی اور حمید کی دونوں صفات مبارکہ اکٹھی فرما دی گئیں۔ محض غنی تو وہ بھی ہو سکتا ہے جو اپنی دولت سے کسی کو نفع نہ پہنچائے، غنی تو ہے مگر حمید نہیں۔ حمید اسی صورت میں ہوگا جب لوگوں کیلئے اپنے خزانوں کے دروازے کھول دے، اللہ تعالیٰ چونکہ دونوں صفات میں کامل ہے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ محض غنی نہیں بلکہ ایسا غنی ہے کہ تمام موجودات عالم کی حاجتیں پوری کر رہا ہے اس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر نئی مخلوق لے آئے اور ایسا کرنا اس پر کوئی مشکل نہیں اور اگر وہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو پوری کائنات اس کے فیصلے کو نہیں روک سکتی۔

کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اگر بوجھ اُٹھانے کیلئے پکارے گا تو اس کے بوجھ کا ایک ادنیٰ حصہ بھی ہٹانے کیلئے کوئی نہیں آئے گا کوئی اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے ایسے ہرگز نہیں ہوگا کہ ایک شخص کی ذمہ داری کا بوجھ کسی دوسرے پر ڈال دیا جائے، یہ ارشاد اس وقت فرمایا گیا جب اہل مکہ اسلام لانے والوں سے کہتے تھے تم اس دین کو چھوڑ دو اور اپنے پرانے باپ دادا کے دین پر آ جاؤ۔ تمہارے اس عمل کا عذاب ہم برداشت کر لیں گے۔ رب قدوس ایسا نہیں کرے گا کہ وہ ایک کے گناہ میں دوسرے کو پکڑے ایسا کرنا اس کے نظام عدل کے خلاف ہے کفار کا یہ کہنا ہے کہ اسلام چھوڑنے کا عذاب ہم برداشت کر لیں گے یہ محض ایک جھوٹا بھروسہ ہے جب قیامت آئے گی تو ہر شخص کو اپنے کئے کا انجام سامنے آ جائے گا اور وہی اس کا ذمہ دار ہوگا اس منظر کو قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ''یوم یفر المرء من اخیه و امه و ابیه ''بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے منہ موڑ لے گا اور کوئی کسی کا ذرہ برابر بوجھ بھی اپنے اوپر لینے کیلئے تیار نہ ہوگا۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں باپ بیٹا سے کہے گا بیٹا میں آج محتاج ہوں کچھ نیکیاں دے دے وہ کہے گا بابا مجبور ہوں اگر وہ تھوڑی سی نیکیاں تجھے دے دوں تو

میں کیا کروں گا۔ اگلی آیہ پاک میں حضورﷺ سے فرمایا گیا، آپ کی ہدایات پر تو وہی لوگ عمل کرتے ہیں جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہے اور اپنے رب قدوس کے حضور جھکنے کیلئے تیار ہیں۔ حضورﷺ تو سبھی کو سمجھاتے ہیں، ڈراتے ہیں مگر فائدہ اُٹھانے والا وہی خوش نصیب ہیں جو خدا سے ڈرتا ہے نماز قائم کرتے ہیں جو کوئی اپنا تزکیہ کرتا ہے تقویٰ و پارسائی کے اُصول اپناتا ہے یہ اس کا اپنا بھلا ہے کسی پر احسان نہیں، آخر کار سب کو اللہ کے حضور لوٹنا ہے۔

وَصلّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ۝١٩ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّورُ ۝٢٠ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۝٢١ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ ۝٢٢ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۝٢٣ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝٢٤ وَإِنْ يُّكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ ۝٢٥ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝٢٦

صدق اللہ العظیم

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں (۱۹) اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہے (۲۰) اور نہ سایہ اور دھوپ برابر ہے (۲۱) اور نہ زندہ لوگ اور مردے برابر ہیں بے شک اللہ جس کو چاہے سنا دیتا ہے اور آپ اُن کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں (۲۲) آپ صرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں (۲۳) بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (۲۴) اور ہر جماعت میں ایک عذاب سے ڈرانے والا گزر چکا ہے اور اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے بھی لوگ جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول واضح

دلائل صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے

(۲۵) پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا تو کیسا تھا میرا

عذاب (۲۶)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اندھا اور بینا، اندھیرا اور نور، سایہ اور دھوپ زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے۔ ظاہری لحاظ سے بھی یہ بات سمجھ آتی ہے کہ یہ برابر نہیں مگر یہاں اندھے سے مراد کافر ہے اور دیکھنے والے سے مراد مومن ہے، ظلمت سے مراد باطل ہے اور نور سے مراد حق ہے، سایہ سے مراد ثواب ہے اور حرور گرمی سے مراد عذاب ہے، ایسے ہی احیاء سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل زندہ ہیں اور آنکھیں نور حق کو دیکھ سکتی ہیں جس کے کان آواز حق کو سن سکتے ہیں اور اموات سے مراد مردہ دل ہیں جن کی ظاہری باطنی طاقتیں بیکار ہو چکی ہیں۔

''اللہ جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے'' اس کا معنی یہ ہوگا اللہ جس کو چاہتا ہے سننے والا بنا دیتا ہے، جو اس کی آیات مبارکہ میں غور و فکر کرتا ہے اور حق بات کو قبول کر لیتا ہے۔ اس آیہ کریمہ میں کفار کو مردوں اور قبر والوں سے تشبیہہ دی گئی ہے یعنی جیسے قبر میں مردے غور و فکر سے نہیں سنتے کہ اب وہ مکلّف نہیں رہے اسی طرح دنیا میں بھی یہ کفار آپ کے وعظ و نصیحت کو نہیں سنتے۔ اس کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ آپ ان کافروں کو سنانے والے نہیں جو اپنے دلوں کو مردہ کر چکے ہیں۔ یعنی جیسے آپ ان کو نہیں سناتے جن کے اجسام مردہ ہیں اسی طرح ان کو بھی نہیں سناتے جن کے دل مردہ ہیں۔

اس آیہ مبارکہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ ان کفار کے ایمان کی توقع نہ رکھیں کیونکہ جس طرح قبر والے کسی بات کو سن کر اس سے نفع نہیں اُٹھاتے اسی طرح یہ کفار بھی آپ کے ارشادات سے نفع نہیں اُٹھائیں گے اور اس کو قبول نہیں کریں گے۔ یہاں سنانے سے مراد وہ سنانا ہے جو مفید ثابت ہو ورنہ مطلق سنانا تو کفار کو ہوتا

ہی رہا ہے یعنی جیسے آپ مردوں کو کلام حق سنا کر راہ حق پر نہیں لا سکتے کہ وہ دارُ العمل سے دارُ الجزاء میں منتقل ہو چکے ہیں وہاں وہ ایمان کا اقرار بھی کر دیں تو بے فائدہ ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسئلہ سماع موتی سے اس آیہ کا تعلق نہیں۔ محبوب! ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے کہ آپ نیک لوگوں کو بشارت دیں اور کفار کو ڈرسنائیں ہر اُمت میں ڈر سنانے والا گذر چکا ہے پھر آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ محبوب ان کے جھٹلانے سے آپ پریشان نہ ہوں ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس رسول آئے اپنی نبوت کی سچائی پر معجزات دکھائے، صحیفے پیش کئے اس کے بعد میں نے کافروں کو پکڑ لیا کہ وہ ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تھے، اللہ کے عذاب نے انہیں گرفت میں لے لیا۔

وَصلّی اللّٰـہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِـہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

صدق اللہ العظیم

کیا تم نے غور نہیں کیا اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کئے اور پہاڑوں کے حصے میں سفید اور سرخ بعض بہت گہرے سیاہ (۲۷) اور انسانوں اور حیوانوں اور چوپایوں کے بھی اس طرح مختلف رنگ ہیں اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں بے شک اللہ غالب ہے بہت بخشنے والا ہے (۲۸)

تفسیر

آیہ مبارکہ کا پچھلی آیات کریمہ سے ربط یہ ہے کہ گزشتہ آیہ پاک میں فرمایا گیا، نابینا اور بینا، اندھیرا اور نور، سایہ اور گرمی برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی عنوان کو مزید وضاحت سے بیان کیا جا رہا ہے کہ مخلوقات الٰہیہ

میں تفاوت ایک طبعی معاملہ ہے اور یہ نباتات و جمادات تک میں موجود ہے۔ایک زمین ہے اور ایک ہی پانی مگر پھلوں کی ہزاروں قسمیں الگ الگ دکھائی دیتی ہیں۔رنگ مختلف ہیں ذائقے مختلف ہیں،خصوصیتیں ،اثرات ،مختلف ہیں ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں یہ صورت حال حکمت ربانی کی بڑی دلیل ہے، پہاڑوں پر نظر ڈالیں تو یہی صورت دکھائی دیتی ہے کوئی بلند ہے کوئی نیچا ہے کوئی سفید ہے کسی میں سرخ رنگت دکھائی دیتی ہے کہیں ہلکی سرخی ہے کہیں گہری، کہیں سیاہی ہے کوئی گلابی مائل ہے یعنی پہاڑوں کا اپنا اپنا رنگ ہے مگر ان گھاٹیوں میں جو راستے گزرتے ہیں ان کی رنگتیں الگ الگ دکھائی دیتی ہیں، ان کے نظارے مختلف رنگوں میں ہوتے ہیں، کوئی شوخ کوئی مدھم کوئی سخت سیاہ قدرت کی یہ رنگینیاں ختم نہیں بلکہ یہی صورت حال چوپایوں، جانوروں، انسانوں کے رنگوں میں بھی واضح پائی جاتی ہے۔

خصوصاً انسان اپنے قد و قامت ظاہری باطنی خوبیوں ایک دوسرے سے واضح طور پر الگ الگ دکھائی دیتے ہیں، ان کمالات قدرت کو غور سے دیکھا جائے تو کمالات قدرت کے عظیم دروازے کھلتے جاتے ہیں اور رب ذوالجلال کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور خدا خوفی کی نعمت سے سرفرازی نصیب ہوتی ہے اور خدا خوفی کی نعمت بندوں میں علماء کو نصیب ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے تو انسان کیلئے اتنا ہی علم کافی ہے۔حضرت سعد سے پوچھا گیا سب سے بڑا فقیہہ کون ہے فرمایا جو رب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔اس ضمن میں حضرت ربیع بن انس کا ارشاد فرماتے ہیں جس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں۔ علامہ قرطبی نے اس ضمن میں سیدنا علی المرتضٰی کا ایک قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں، صحیح معنیٰ میں عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا کی نافرمانی پر بری نہ کرے۔اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ کردے، قرآن مقدس کے بغیر اُسے کوئی شے اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔

آیہ کریمہ میں علم سے مراد فلسفہ، سائنس، تاریخ، ریاضی وغیرہ کا علم نہیں بلکہ صفات الٰہیہ کا علم ہے

دینی علوم کے ماہر لوگ بھی اسی وقت ہی علماء کے زمرہ میں آئیں گے جب ان کے دلوں میں خدا کا خوف ہو گا۔علم کے بغیر خوف نہیں ہوتا، معصوم بچہ کسی بھی شے سے نہیں ڈرے گا کہ اُسے اس شے کا علم ہی نہیں، عقل مند سمجھدار بندہ شیر کو دیکھ کر خوف کھائے گا کہ وہ جانتا ہے یہ شیر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ خدا خوفی کا جذبہ صفات الٰہیہ کے علم سے ہی ہوسکتا ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾

صدق اللہ العظیم

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں یقیناً وہ ایسی نجات کی اُمید رکھتے ہیں جس میں انہیں ہر گز خسارہ نہیں ہوگا (۲۹) (اس نجات میں انہوں نے اپنا سب کچھ خرچ کیا ہے) تا کہ اللہ اُنہیں اجر دے اور مزید اپنے فضل سے عطا فرمائے، بے شک اللہ بخشنے والا، بڑا شکر قبول کرنے والا ہے (۳۰) وہ جو ہم نے آپ کی طرف کتاب سے وحی کی وہ حق ہے اور پہلوں کی تصدیق کرنے والی ہے بے شک اللہ اپنے بندوں کا خبیر ہے اور دیکھنے والا ہے (۳۱)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ایمانداروں کی عظیم صفت کا ذکر تھا کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور ڈرنے کی صفت

کا تعلق دل سے تھا اس آیہ پاک اولیاء اللہ کی چند صفات کا ذکر ہے جو ظاہری اعضاء سے ادا ہوتی ہیں، پہلی صفت یہ ہے کہ وہ قرآن مقدس کی تلاوت کرتے ہیں۔ ''یتلون'' مضارع کا صیغہ بتاتا ہے یہ صفت ان میں ایسی راسخ ہے کہ وہ یہ مبارک کام ہمیشہ کرتے ہیں، ایسا نہیں کبھی کر لیا کبھی نہ کیا۔ دوسری صفت نماز کی اقامت ہے کہ نماز قائم کرتے ہیں، فرائض واجبات سنن کی باقاعدہ ادائیگی ہوتی ہے۔ تیسری صفت اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے، اس خرچ کرنے کے ساتھ دو صفات کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ خفیہ طور پر بھی مال خرچ کرتے ہیں، اعلانیہ بھی۔ خفیہ طور پر خرچ کرنا نوافل کی ادائیگی ہے ایک ہاتھ سے دے اور دوسرے ہاتھ کو پتہ بھی نہ چلے، یہ صورت ریا کاری سے بچنے کی بہترین صورت ہے جہاں کرنا فرض واجب ہے وہ اعلانیہ کرتے ہیں جیسے زکوٰۃ فرض، صدقہ فطر، قربانی، نماز باجماعت اذان دے کر ادائیگی یہ خرچ اعلانیہ کرنا بہتر کہ لوگوں کو بھی ترغیب ہو اور اس نیکی میں حصہ لیں۔ جو لوگ ان تینوں صفات کے حامل ہوں تلاوت قرآن پاک پر ہیشگی ہو، اقامت صلوٰۃ اور اللہ کی راہ میں خوش دلی سے خرچ کرنا۔

اگلی آیہ پاک میں'' یرجون تجارۃ ''میں واضح اشارہ ملتا ہے کہ ان صفات کے پابند مومنین ایک ایسی تجارت کے اُمیدوار ہیں جس میں کبھی خسارہ نہیں ہوتا، یہ بھی اشارہ ہے کہ مومن کو اپنے اعمال کی قبولیت کیلئے ضروری ہے کہ اپنے رب قدوس سے اُمید رکھے اور مایوسی کے دلدل میں نہ پڑے، کسی کو بھی اپنے اعمال صالحہ کی پابندی کے بعد بھی اپنی نجات اور درجات عالیہ کا یقین کر لینے کا حق نہیں بس زیادہ سے زیادہ اُمید ہی کر سکتا ہے۔ (روح البیان)

نیک بندے جو اعمال صالحہ کی مشقت محنت اُٹھاتے ہیں وہ عام تجارتوں کی طرح تجارت نہیں بلکہ ایسی تجارت کے اُمیدوار ہیں جس میں کبھی خسارہ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ان امیدواروں کی اُمید کو پورا کر دے گا بلکہ اگلے جملہ میں اشارہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی اُمیدوں سے زیادہ عطا فرمائے گا۔ اس فضل و زیادتی میں اللہ کا وہ وعدہ بھی شامل ہے کہ مومن کے عمل کا اجر دس گنا تک بلکہ زیادہ سات سو گنا تک بلکہ اس سے

بھی زیادہ ہے اور دوسرے گناہگاروں کے حق میں سفارش قبول کرنا اس فضل میں شامل ہے۔

''والذین اوحینا'' میں فرمایا جا رہا ہے کہ قرآن مقدس کا نزول کوئی ایسی شے نہیں جو پہلے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے خلاف ہو بلکہ اس ازلی ابدی حق کو پیش کر رہی ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام پیش کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس آیہ پاک میں ختم نبوت کی دلیل بھی ہے کہ یہ کتاب پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اگر سلسلہ نبوت جاری ہوتا تو یہ بھی فرمایا جاتا کہ پہلی کتابوں کی طرح بعد میں نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اللہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے اور دیکھنے والا ہے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ؕ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾

صدق اللہ العظیم

پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں سے چن لیا تھا، بعض ان میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیانہ رو ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں یہ اللہ کا بہت بڑا فضل و کرم ہے (۳۲) (یہ لوگ) سدا بہار باغات میں داخل ہوں گے انہیں وہاں سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ریشمی ہوگا (۳۳) اور وہ (شکر کے طور پر) کہیں گے تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو ہم سے غم لے گیا یقیناً ہمارا رب بہت بخشنے والا ہے اور قدردان ہے (۳۴)

تفسیر

علی ابن طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس آیہ کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں یہ لوگ جو کتاب کے وارث بنائے گئے وہ کون ہیں وہ اُمت محمدیہ ہے۔اس اُمت میں جو گنہگار ہیں ان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ لوگ درمیانہ روش رکھتے ہیں۔ان کا حساب آسان لیا جائے گا اور سابقین کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

اس آیہ کریمہ میں اُمت محمدیہ کی تین قسمیں بیان فرمائی گئی ہیں،ابن کثیر فرماتے ہیں ظالم سے مراد وہ آدمی ہے جو بعض واجبات میں کوتاہی کرتا ہے اور بعض محرمات کا بھی ارتکاب کر لیتا ہے اور مقتصد سے مراد درمیانی چال چلنے والا ہے وہ واجبات کو ادا کرتا ہے اور محرمات سے بچتا ہے مگر بعض اوقات بعض مستحبات کو چھوڑ دیتا ہے اور بعض مکروہات میں مبتلا بھی ہو جاتا ہے اور سابق بالخیرات وہ شخص ہے جو تمام واجبات مستحبات کو ادا کرتا ہے اور تمام محرمات،مکروہات سے بچتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نے فرمایا کہ یہ تینوں قسموں کے لوگ ایک ہی ہوتے ہیں اور سب جنت میں ہیں۔ایک مرتبہ میں ہونے سے مراد ہے کہ سب جنت میں جائیں گے اور درجات کے لحاظ سے تفاضل ہوگا۔حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان تین قسموں کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ سے اس طرح سنا ہے۔''سابق بالخیرات'' تو بلا حساب جنت میں جائیں گے اور مقتصد درمیانہ درجہ والوں سے حساب لیا جائے گا۔

اور تیسرا درجہ ظالم کا ان لوگوں کو اس سلسلہ میں رنج ہوگا،غم طاری ہوگا پھر انہیں بھی جنت میں داخلہ کا حکم ہو جائے گا۔طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''کلھم من ھذہ الامۃ '' یہ تینوں قسمیں اُمت محمدیہ سے ہوں گی۔ابوداؤد طیالسی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے،اس آیہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا بیٹا یہ تینوں قسمیں جنتی ہیں

اس آیہ پاک میں حضورﷺ کی اُمت کی فضیلت بیان ہے کہ ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا ہے جو ہمارے بندوں سے برگزیدہ ہیں، یہ لوگ کتاب اللہ اور علوم نبوت کے وارث ہیں۔ حدیث پاک میں علماء کو انبیاء علیہم السلام کا وارث فرمایا گیا ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے حضورﷺ نے فرمایا محشر میں اللہ اپنے بندوں کو جمع فرمائے گا اور پھر علماء کو ایک مقام پر جمع کر کے فرمائے گا، میں نے تمہیں اپنا علم دیا تھا کہ تم اس امانت کا حق ادا کرو گے تمہیں اس لئے علم نہیں دیا تھا کہ تمہیں عذاب دوں، جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کردی۔

اس آیہ کریمہ میں پہلے ظالم کو پھر مقتصد کو آخر میں سابق بالخیرات کو ذکر فرمایا، یہ ترتیب غالباً اس لئے ہے کہ تعداد کے اعتبار سے ظالم سب سے زیادہ ہیں ان سے کم مقتصد، ان سے کم سابق بالخیرات۔ جن کی تعداد زیادہ تھی انہیں مقدم رکھا گیا، جنت میں جنتیوں کے قیام کا ذکر فرمایا گیا ان کے ہاتھوں میں کنگن ہوں گے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے حضورﷺ نے فرمایا جنتیوں کے سروں پر موتیوں سے مرصع تاج ہوں گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضورﷺ نے فرمایا ریشمی لباس نہ پہنو، سونے چاندی کے برتن میں نہ کھاؤ نہ پیو یہ چیزیں دنیا میں کفار کیلئے ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں (مظہری)

ان انعامات الٰہیہ پر ہر جنتی اللہ کا شکر ادا کرتے کہیں گے اللہ کیلئے حمد ہے جس نے ہمیں غم سے بچایا، دنیا میں غموں سے فکروں سے کسی کو نجات نہیں اس لئے اہل علم و عقل دنیا کو ''غموں کا گھر'' کہتے ہیں حمد کے ساتھ یہ بھی کہیں گے ہمارا رب بخشنے والا ہے اور قدردان ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَۃِ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیۡہَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیۡہَا لُغُوۡبٌ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ نَارُ جَہَنَّمَ ۚ لَا یُقۡضٰی عَلَیۡہِمۡ فَیَمُوۡتُوۡا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمۡ مِّنۡ عَذَابِہَا ؕ کَذٰلِکَ نَجۡزِیۡ کُلَّ کَفُوۡرٍ ﴿۳۶﴾

صدق اللہ العظیم

(اُس کی حمد ہے) جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی ٹھکانے پر بسایا اس میں ہمیں نہ کوئی تکلیف چھوئے گی نہ تھکن (۳۵) اور جنہوں نے کفر کیا ان کیلئے دوزخ کی آگ تیار ہے نہ ان کی قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ اُن سے دوزخ کا عذاب ہلکا کیا جائے گا اور اسی طرح ہم ناشکرے کو بدلہ دیتے ہیں (۳۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کی کیفیت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ جنت میں پہنچ کر اللہ کا شکرادا کریں گے اوراس نے ہم سے غم دور کر دیا وہ بڑا بخشنے والا ہے۔اس شکر کے ساتھ مزید کہیں گے اس کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے ایسا ابدی ٹھکانا دے دیا ہے جس میں نہ کوئی تکلیف ہے نہ تھکن ہے۔ ایماندار جنت کے اس انعام، کسی اپنی کارکردگی، عبادت وریاضت کی وجہ سے خیال نہیں کریں گے بلکہ محض اللہ کا فضل کہیں گے اگر دنیا میں انہوں نے اعمال صالحہ کئے ہیں، عبادت واطاعت میں وقت گزارا ہے تو اُن کا یہ انداز بھی اسی کے فضل وکرم سے ہی ہے۔دنیا کے ہر غم پریشانی سے نجات ہوگی آخرت میں اپنے انجام کی جو فکر تھی وہ بھی ختم ہوئی اور آگے چین ہی چین ہے کسی رنج والم کا کوئی سوال بھی باقی نہیں رہا، ہماری تمام تکلیفوں کا خاتمہ ہو چکا اب کوئی ایسا کام نہیں جس سے فارغ ہو کر تھک جائیں گے۔

ایمانداروں کے ذکر کے بعد کفار کی حالت بیان کی جارہی ہے کہ انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا، جہنم کے عذاب اس کی سختی، اپنی رسوائی کو دیکھ کر خواہش کریں گے کہ انہیں موت آجائے اور وہ اس عذاب سے بچ جائیں مگر موت نہیں آئے گی اور نہ ہی اُن سے عذاب ہلکا کیا جائے گا وہ اس طرح اس عذاب میں

مبتلا رہیں گے اور وہ اپنے کفر اور ناشکری کی سزا میں جلتے سڑتے رہیں گے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾

صدق اللہ العظیم

اور وہ لوگ (کفار) دوزخ میں چلاّئیں گے اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے ہم نیک کام کریں گے جو پہلے کاموں کے خلاف ہوں گے کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص نصیحت قبول کر لیتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا ہو اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا، اَب (اپنے کردار کا) مزہ چکھو، ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (۳۷)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں کفار کی حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ دوزخ میں اُن کی یہ کیفیت ہوگی، روئیں گے اور چلاّئیں گے اور درخواست کریں گے اے ہمارے رب ایک مرتبہ ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے، ہم نیک کام کریں گے اور عمر بھر برائی سے بچیں گے اُنہیں جواب دیا جائے گا اب ایسی درخواستوں کا کوئی فائدہ نہیں اگر تم دنیا میں چند لمحات کیلئے جاتے، پھر وہاں سے رخصت کر دیئے جاتے تو تم یہ عذر کر سکتے تھے کہ ہم مختصر وقت کی وجہ سے سوچ نہ سکے اس لئے ہم معذور تھے۔ تم تو عرصہ دراز تک دنیا میں رہے، دیکھنے سوچنے غور کرنے کا خاصہ وقت ملا تھا، ہماری طرف سے بھیجے گئے انبیاء علیہم السلام نے تمہیں اچھی طرح سمجھایا خواب غفلت سے جگایا مگر تم نے اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ اب تمہاری چیخ و پکار بے کار ہے، اب اپنے ظلم کی سزا چکھو اب تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

اُنہیں عمر دینے سے مراد وہ عمر ہے جس میں آدمی قابل ہوسکتا ہے کہ وہ حق و باطل پہچان لے، گمراہی سے بچنا چاہے تو بچ سکے اگر ایسی عمر کو پہنچنے سے پہلے وہ مرگیا تو اُس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا اگر کوئی شخص بڑھاپے کو پہنچ کر بھی سیدھا نہ ہوا اس کیلئے عذر کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

اسی عنوان کی تائید میں ایک حدیث بھی ملتی ہے، حضرت سہل بن سعد نے حضورﷺ سے روایت کی ہے جو شخص کم عمر پائے اس کیلئے تو عذر کا موقع ہے مگر ساٹھ سال اور اس سے اوپر عمر پانے والے کیلئے کسی قسم کا کوئی عذر نہیں (بخاری ۔ نسائی) سترہ اٹھارہ سال کی روایات میں کوئی تعارض نہیں اگر چہ انسان سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں اس قابل ہوتا ہے کہ غور وفکر کر کے حق و باطل میں تمیز کرے اسی لئے اسی عمر بلوغ نے اس کو احکام شرعیہ کا مکلّف قرار دے دیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس، عکرمہ اور امام جعفر باقر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، آیہ کریمہ میں جو ارشاد ہے تمہارے پاس ہماری طرف سے ڈرسنانے والے آئے اس سے مراد انبیاء، اولیاء علماء اُمت ہیں وہ فرماتے ہیں اس سے مراد سفید بال بھی ہیں جب وہ ظاہر ہو جائیں تو انسان کو ہدایت کرتے ہیں کہ سوچ اب رخصت کا وقت آ گیا ہے۔ بلوغ کے بعد پیش آنے والے سارے واقعات و معاملات بھی نذیر ہوتے ہیں، موت سے ڈراتے ہیں آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا عالم ہے بے شک وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے (۳۸) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کا جانشین بنایا جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اُسی پر ہے اور کافروں کا کفر

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾

اُن سے اُن کے رب کو زیادہ ناراض ہی کرتا ہے اور کافروں کا کفر صرف اُن کے نقصان کو زیادہ کرتا ہے (۳۹)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے زمین وآسمان کے چھپے معاملات اور سینوں کے علوم کو جاننے کے ذکر کے بعد ایک عظیم احسان کا ذکر فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں زمین پر پہلے گزر گئے لوگوں کا خلیفہ بنایا۔ خلافت کی کئی صورتیں ہیں، پہلی یہ کہ اصل بندہ کسی وجہ سے کام نہ کر سکا تو اس کی جگہ دوسرے نے کیا، دوسری یہ کہ بندہ فوت ہو گیا تو اس کی جگہ دوسرے کو بنا دیا گیا، تیسری یہ کہ کسی کو عظمت وفضیلت دینے کیلئے اپنا نائب بنا دیا جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا "انی جاعل فی الارض خلیفه" اس آیہ مبارکہ میں مراد یہ ہے کہ ایک اُمت کے گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسری اُمت کو اس کا خلیفہ بنا دیا۔

اس سے پہلے فرمایا گیا کہ ہم نے کافروں کو اتنی مدت کی زندگی دی تھی جتنی مدت میں کوئی شخص دوسرے سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور ان کے پاس ڈرانے والے رسول بھی بھیجے تھے اور ان کو عقل بھی عطا کی تھی اور انہیں اس پر متنبہ بھی کر دیا تھا کہ جو لوگ رسولوں کی مخالفت کریں گے انہیں عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا جائے گا اور کفار اپنے سفروں کے دوران پہلی گزری قوموں کے آثار دیکھ چکے ہیں، اسکے باوجود کفر پر اڑے ہوئے ہیں وہ اس طرح اپنے اوپر اپنے رب کے غضب کا اضافہ کر رہے ہیں یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب حضور ﷺ کی اُمت کو ہو کہ ہم نے تمہیں پچھلی قوموں کے بعد ان کے خلیفہ کی حیثیت سے تم کو مالک ومتصرف بنایا، لہٰذا تم پر فرض ہے کہ اپنے سے پہلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرو، عمر کے قیمتی لمحات کو غفلت میں نہ گزارو۔ یہ معنی بھی کیا جا سکتا ہے کہ تمہیں زمین میں تصرف کے جو اختیارات ہیں وہ اس حیثیت سے ہیں کہ تم اصل مالک کے خلیفہ ہو۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

صدق اللہ العظیم

آپ کہئے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن شرکاء کی پرستش کرتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کے کس حصہ کو بنایا یا آسمانوں کو پیدا کرنے میں کچھ حصہ ہے یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کی دلیل پر وہ قائم ہیں بلکہ ظالم ایک دوسرے سے فریب کی باتیں کرتے ہیں (۴۰)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں مشرکین کے نظریات وعقائد کی تردید کی جارہی ہے، محبوب کریم سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ان سے پوچھئے کیا تم نے اپنے معبودان باطل کو دیکھا ہے، جن کی پرستش کررہے ہو جن کے کمالات کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوان کو خدا کا شریک ٹھہرارہے ہوتم بتاؤ کیا تمہارے خداؤں نے زمین کا کوئی بڑا یا چھوٹا حصہ بنایا ہے، کیاانہوں نے آسمان کے بنانے میں کوئی کردارادا کیا ہے، جب ان باتوں سے کوئی بات بھی ان میں نہیں پائی جاتی تو پھرتم سوچوغور کروگمراہی کے گڑھے میں کیوں گررہے ہو یا کوئی ہم نے انہیں کتاب دی ہوجس کے دلائل پروہ عمل کررہے ہوں جب ان چیزوں سے کچھ بھی نہیں تو پھرتم فساد پھیلا کے گمراہ ہوئے اورلوگوں کوگمراہ کرنے سے باز کیوں نہیں آتے اور ایک دوسرے کو جھوٹے وعدے کرتے رہتے ہو کہ یہ بت ہمارے مددگار ہیں ایسا ہرگزنہیں وہ تو بالکل بے اختیار ہیں، وہ مستحق عبادت نہیں اللہ ہی قابل عبادت وپرستش ہے۔

ان باتوں سے مشرکین کے دل ودماغ کوجھنجھوڑا گیا ہے کہ وہ سیدھی راہ اختیار کریں اورشرک سے باز آئیں، جب تمہیں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ بت عاجز ہیں توان کی عبادت کیوں کرتے ہواگرتمہیں وہم ہے

کہ وہ قادر ہیں تو دکھاؤ، انہوں نے کیا پیدا کیا، کیا اللہ کی طرف سے کوئی کتاب آئی جس میں یہ لکھا ہے کہ یہ تمہاری مدد کریں گے تمہارے یہ مشرکانہ عقائد نہ عقل تصدیق کرتی ہے اور نہ ہی کوئی تمہارے پاس نقلی دلائل ہیں، یہ محض شیطان کا دیا ہوا دھوکا ہے جس میں تم مبتلا ہو گئے ہو۔ شیطان نے تمہیں ان راہوں کو حسین بنا کر دکھا دیا ہے جن پر چل رہے، بچو اور آخرت برباد نہ کرو۔

وَصلّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَ لَىٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ لَّیَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۲﴾

بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا اور اگر وہ اپنے مرکز سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو اپنی جگہ قائم نہیں کر سکتا، بے شک وہ بہت حلم والا بہت بخشنے والا ہے (۴۱) اور انہوں نے اپنی قسموں میں اللہ کی بہت سی قسمیں کھائی تھیں کہ اگر ان کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا آیا تو وہ کسی نہ کسی اُمت کی نسبت ضرور زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے پھر جب اُن کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا آ گیا تو اس کی آمد سے صرف ان کی نفرت ہی کو زیادہ کیا (۴۲)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں فرمایا گیا کہ زمین وآسمان کے بنانے میں معبودان باطل کا کوئی کسی قسم کا حصہ نہیں ،اس آیہ کریمہ میں ایک اور دلیل سے تردید کی جارہی ہے کہ اس کائنات کو بنانے اور سجانے میں صرف اور صرف رب قدوس جل مجدہٗ ہی کی ہستی ہے زمین کا فرش بچھانے اور آسمانوں کا خیمہ لگانے میں صرف وہی ذات والاصفات ہی ہے کسی اور کو کسی قسم کا دخل نہیں ،اُسی ذات نے اُنہیں اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرایا ہوا ہے، اگر یہ اپنی جگہ سے ذرا بھر سرک جائیں تو انہیں کوئی بھی روک سکتا اور نہ انہیں سنبھال سکتا ہے۔ آیہ پاک کے آخری حصہ میں فرمایا گیا، مشرکین کے ان برے عقائد کا تقاضا تو یہ تھا کہ انہیں برباد کردیا جاتا مگر اللہ بڑا مہربان ہے بردبار ہے، انہیں مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنے کو عذاب سے بچالیں اگر توبہ کرتا ہے تو وہ رحیم ہے توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

مشرکین کو بتایا گیا ہے تمہارے معبودانِ باطل تو خود اپنے کو قائم رکھنے سنبھالنے میں ناکام ہیں ان کا وجود ان کی بقاء اللہ جل شانہ کی محتاج ہے، زمین وآسمان میں ان کا اختیار ماننا پرلے درجہ کی حماقت اور خود فریبی ہے۔ آسمانوں کو روکنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی حرکت بند کردی بلکہ مراد اپنی جگہ سے ہٹ جانا اور ٹل جانا ہے جیسا کہ لفظ ''ان تزولا'' سے واضح ہے، اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا ذکر ہے جو زمین وآسمان کے عظیم کرّات کو اپنے مقام پر قائم رکھے ہے اگر بالفرض یہ ہمارے سیارے اپنے محور سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی اور ان کو اپنے محور پر قائم نہیں کرسکتا جس سے پتہ چلتا ہے زمین بھی ایک کرہ ہے جیسے سورج چاند اور دوسرے سیارے اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں زمین کا بھی مدار ہے۔

حضور ﷺ کی آمد سے پہلے کفار مکہ قسمیں اُٹھا اُٹھا کر کہتے تھے اگر ہمارے پاس کوئی ڈر سنانے والا آ گیا تو ہم یہود ونصاریٰ سے زیادہ ہدایت قبول کریں گے اور جب حضور ﷺ ان کے پاس آ گئے تو وہ ہدایت سے اور زیادہ دور ہو گئے انہوں نے سرکشی کی اور تکبر کیا اور حق سے نفرت بڑھ گئی۔

اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

صدق اللہ العظیم

(حضورﷺ کی تشریف آوری پر) زمین میں سرکشی اور گہری سازشیں کرنے لگے اوران کی سازشیں نہیں گھیرتی مگرخود سازشیوں کو، کیا یہ لوگ انتظار کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے جو پہلے نافرمانوں کے ساتھ کیا گیا تھا (اگر یہ بات ہے) تو آپ اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ ہی اللہ کی سنت میں کسی قسم کا تغیر (۴۳)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا وہ سازشیں تو اسلام کے خلاف کرتے تھے مگر اس مکروفریب اور سازش کا وبال پڑتا ان پر تھا اگلی سازشیں ساری برباد ہوگئیں، منصوبے سارے تباہ ہوگئے۔ حضورﷺ کے خلاف بہت کچھ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ان کی گھناؤنی سازشوں سے بچایا اور حفاظت فرمائی، حضورﷺ سے متعلق سازش یہ تھی کہ آپ کو قتل کردیا جائے یا مکہ سے نکال دیا جائے لیکن ان کی یہ سازش بری طرح ناکام ہوگئی اور وہ خود میدان بدر میں بری طرح مارے گئے اور قید کئے گئے۔ زہری نے نبی کریمﷺ سے روایت فرمائی ہے فرمایا تم کسی کے خلاف سازش نہ کرو اور نہ سازش کرنے والے کی مدد کرو، اللہ نے فرمایا بری سازشوں کا وبال صرف سازش کرنے والے پر ہی پڑتا ہے اور نہ تم بغاوت کرو نہ بغاوت کرنے والے کی مدد کرو۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کیا یہ پہلے لوگوں کی تباہی کی طرح یہ بھی انتظار کرتے ہیں کہ ان کا حشر بھی وہی ہو اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ اللہ کے دستور کو ٹلتا ہوا پائیں گے یعنی اللہ کافروں پر عذاب نازل کرتا رہا ہے اور کافروں کے متعلق اللہ کا یہی دستور ہے جو ان کی طرح عذاب کا مستحق

ہوگا وہ عذاب نازل فرمائے گا۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾

صدق اللّٰہ العظیم

کیا انہوں نے زمین میں کبھی سفر نہیں کیا کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور سخت تھے اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ زمین و آسمان میں اُسے کوئی عاجز کرے وہ بڑی قدرت والا ہے (۴۴) اگر وہ لوگوں کے کئے ہوئے کاموں پر گرفت فرماتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک وقت تک انہیں ڈھیل دے رہا ہے پس جب اُن کا وقت آ جائے گا تو اللہ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا (۴۵)

تفسیر

کفار مکہ کو ایک اور طریقہ سے کفر سے بچنے اور اپنے کو عذاب سے بچانے کا طریقہ فرمایا جا رہا ہے کہ وہ باہر نکل کر مختلف مقامات کا دورہ کریں اور دیکھیں کہ پچھلے زمانہ کی سرکش اُمتوں پر کس طرح عذاب نازل ہوا حالانکہ وہ قومیں طاقت سختی کے لحاظ سے اِن سے آگے تھیں، ان کی عمریں بھی لمبی تھیں مگر جب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا، ان کی سرکشی قوت ان کے کام نہ آ سکی اور تباہی سے نہ بچا سکی ان کی بربادی کے کھنڈرات نشانات اُنہیں توجہ دلائیں گے کہ کفر سے باز رہیں۔ رب قدوس کی اُلوہیت کے قائل ہوں اور بت پرستی سے باز آئیں، یہ جان لیں کہ زمین و آسمان کے اندر کوئی چیز اُسے عاجز نہیں کر سکتی اس کی قوت ہر شے پر

غالب ہے وہ اچھے لوگوں کو بہتر جزا دیتا ہے اور بروں کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔اس وحدہٗ لاشریک کو مانوں گے تو اس کے فضل کے حق دار بن جاؤ گے نجات پاؤ گے، انکار کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے تمہیں چاہئے اس کے فضل کے حقدار بنو، وہ رحیم ہے اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس کے فضل وکرم کا یہ بھی عظیم عالم ہے وہ اپنے بندوں کو فوراً نہیں پکڑتا، مہلت دیتا ہے کہ اصلاح کر لیں اگر وہ لوگوں کے کردار پر فوراً پکڑے تو روئے زمین پر کوئی جان دار نظر نہ آئے۔ جب لوگ مہلت سے فائدہ نہیں اُٹھاتے تائب نہیں ہوتے تو وقت آنے پر پکڑ لئے جاتے ہیں، ڈھیل دینے کو کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ وہ ان کے کردار سے بے خبر ہے، وہ ہر معاملہ کو دیکھ رہا ہے اس سے کوئی شے مخفی نہیں۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

سورۂ یٰسین

اس سورۂ پاک کے بارہ میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے ہر چیز کیلئے قلب ہے اور قرآن پاک کا قلب یٰسین ہے، اس کی عظمت کے متعلق ایک اور حدیث شریف اس طرح ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اپنے فوت ہونے والوں پر سورۂ یٰسین پڑھو، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے اللہ کی رضا کیلئے کسی رات سورۂ یٰسین پڑھی اللہ تعالیٰ اس کی اس رات میں مغفرت فرما دے گا، عطاء ابن ابی رباح فرماتے ہیں، مجھے حضور ﷺ سے ایک حدیث شریف اس طرح ملی ہے، جس شخص نے دن کے ابتدائی حصہ میں سورۂ یٰسین پڑھی اس کی حاجات پوری کر دی جائیں گی۔ حضرت معقل بن یسار فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تم یٰسین کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اس طرح ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص ہر رات سورۂ یٰسین پڑھے گا، وہ اس کی موت شہادت کی موت ہوگی۔

ایک اور حدیث شریف میں اس کی فضیلت اس طرح واضح ہے جس شخص کو کھانے کی کمی کا خوف ہو وہ سورۂ یٰسین پڑھے تو وہ کھانا اُسے کافی ہو جائے گا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے والدین کی یا کسی ایک کی ہر جمعہ کو زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دے گا۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے سورۂ یٰسین کے قلب قرآن ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے ایمان کا مدار حشر و نشر کو ماننے پر ہے اور سورۂ یٰسین میں حشر و نشر کو بہت عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سورۃ کا نام مدافعہ بھی ہے اور قاضیہ بھی ہے کہ اپنے پڑھنے والے کے ہر عیب کو دور کرتی ہے اور ہر نیک حاجت کو پورا کرتی ہے، اس سورۂ پاک کے شروع میں حضور ﷺ کے رسول برحق ہونے کا ذکر فرمایا گیا

ہے اس سورۂ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کا ذکر فرمایا ہے، موت کے بعد حیات پر دلائل ہیں، مشرکین کی بت پرستی کا رد فرمایا گیا ہے، یہ سورۂ پاک مکہ پاک میں نازل ہوئی۔اس سورۂ پاک کے پانچ رکوع ہیں اور تراسی آیات ہیں۔اس سورۂ پاک کا نزول اس وقت ہوا جب کفار مکہ سختی سے اسلام دشمنی پر اُتر آئے تھے اور اسلام کی بڑھتی قوت سے سخت پریشان ہو گئے تھے۔اس سورۂ پاک میں ایک تباہ شدہ بستی کا حال بھی سنایا گیا ہے، جس کے باسیوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور وہ قوم برباد ہو گئی تھی توجہ دلائی گئی ہے اگر تم نے بھی اُن جیسا رویہ اختیار کیا تو تمہارا حشر بھی ویسا ہی ہوگا۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

سُوْرَۃُ یٰسٓ ۳۶ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیاتُہَا ۸۳ رُکُوْعَاتُہَا ۵

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہے ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

یٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴﴾ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾

یاسین (۱) قرآن حکیم کی قسم (۲) بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں (۳) سیدھی راہ پر قائم ہیں (۴) (قرآن پاک) بہت غالب بڑے مہربان کا نازل کیا ہوا ہے (۵) تا کہ آپ اس قوم کو عذاب سے ڈرائیں جس کے آباؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا تھا سو وہ غافل ہیں (۶) ان میں سے اکثر کے متعلق ہماری خبر ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے (۷) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو اُن کی ٹھوڑیوں تک ہیں جس سے

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ صدق اللہ العظیم

ان کے سر اوپر اُٹھے ہوئے ہیں (۸) ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی سو ہم نے ان کو ڈھانپ دیا پس وہ کچھ نہیں دیکھتے (۹)

تفسیر

حروف مقطعات کے بارہ میں گذر بھی چکا ہے یہاں پر یٰسٓ کے بارہ میں چند ایک اقوال درج ہیں، امام ابوالقاسم عبدالکریم کہتے ہیں، یٰسٓ کا معنی ہے یا سیّد حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یٰسٓ کا معنی ہے یا انسان، سیدنا سعید بن جبیر کہتے ہیں یٰسٓ حضور ﷺ کے اسماء گرامی سے ایک اسم گرامی ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں میرے سات نام فرمائے ہیں، محمد، احمد، طٰہٰ، یٰسٓ، المزمل، المدثر۔

اگلی آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ نے قسم اُٹھا کر فرمایا اے محمد! (ﷺ) آپ اللہ کے رسول ہیں اس انداز میں حضور ﷺ کی عظمت ہے، یٰسٓ کا معنی جو سیّد کیا گیا ہے ایک حدیث شریف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا، میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا (سیّد) سردار ہوں گا اور اس پر فخر نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کفار قریش نے حضور ﷺ سے کہا آپ رسول نہیں ہیں، اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر نہیں بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرنے کیلئے قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر فرمایا محمد رسولوں میں سے ہیں۔ پھر فرمایا آپ سیدھی راہ پر قائم ہیں آپ کی شریعت قیامت تک کیلئے کامل ہے۔ قرآن مقدس کے نزول کو "العزیز الرحیم" کے ذکر سے بیان کیا جس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کفار نے حضور ﷺ کی تعظیم نہ کی اور آپ کے پیغام حق کو نہ مانا تو وہ ان سے انتقام لینے پر قادر ہے وہ غالب ہے اور جن لوگوں نے محبوب کا پیغام حق مان لیا تو وہ ان کی خطاؤں کو بخش دے گا وہ

رحیم ہے۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا آپ اہل مکہ کو ڈرائیں آپ کے سوا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا ،اس سے مراد اہل مکہ کے قریبی باپ دادا مراد ہیں ورنہ پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ،سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے ان کے آباؤ اجداد کو ڈرایا تھا اس کا یہ معنی قطعاً نہیں کہ ان کے پاس مطلقاً کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا۔اے محبوب ! آپ جن لوگوں کو ڈرانے کیلئے آئے ہیں ان میں ایسے لوگوں کی تعداد بھی کافی ہے جن کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے ان پر کسی قسم کی نصیحت اثر انداز نہیں ہوگی ،متکبرین کی ایسی حالت ہے جیسے ان کے ہاتھوں میں زنجیر اور گلے میں طوق ڈال کر انہیں گردن کے ساتھ یوں سختی سے جکڑ دیا جائے گا کہ ان کا سر اوپر اُٹھ کر رہ گیا ہوگا ۔ وہ اس طرح اکڑے ہوں گے کہ آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی ہوں گی ،نہ سر ہلا سکیں گے نہ دائیں بائیں دیکھ سکیں گے۔

''وجعلنا من بین ایدیھم سدا'' کے اُترنے کا سبب یہ بنا ،ابو جہل نے کہا اگر اس نے حضور کو نماز پڑھتے دیکھا تو پتھر مار مار کر سر چور کر دے گا چنانچہ وہ حضور کے قریب ہو گیا اور پتھر مار نہ سکا واپس لوٹ گیا پھر یہی حرکت ولید بن مغیرہ نے کرنی چاہی وہ بھی بری طرح ناکام رہا،اس کی بینائی سلب ہوگئی پھر ایک اور کافر نے بھی کچھ کرنا چاہا تو وہ غش کھا کر گر گیا اس سے پوچھا گیا تجھے کیا ہوا اس نے بتایا ایک بہت بڑا بیل میرے سامنے آ گیا تھا اگر میں قریب جاتا تو ہلاک ہو جاتا اس موقعہ پر یہ آیہ پاک اُتری۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾

اور آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے یہ ایمان نہیں لائیں گے(۱۰) آپ کا ڈرانا صرف اس کیلئے فائدہ مند ہے جو نصیحت پر عمل کرے اور بغیر دیکھے رحمان سے ڈرے تو آپ اس کو مغفرت اور عظیم اجر کی خوشخبری سنا دیں

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَاۗءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

صدق اللہ العظیم

(۱۱) بے شک ہم ہی مردوں کوزندہ کرتے ہیں اور ہم ان کے وہ عمل لکھ دیتے ہیں جوانہوں نے پہلے بھیج دیئے اور وہ عمل جوانہوں نے پیچھے چھوڑ دیئے اور ہم نے ہر چیز کولوح محفوظ میں شمار کر رکھا ہے (۱۲) اور آپ ان کیلئے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے جب ان کے پاس رسول آئے (۱۳)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں فرمایا جار ہاہے محبوب! آپ کفار کوڈرانا یانہ ڈرانا برابر ہے یہ کیفیت ان کے حق میں ہے، برابراُن کیلئے ہے آپ تو اُنہیں جس قدر ڈرائیں گے حق سنائیں گے دین کے سلسلہ میں جس قدر تکالیف اُٹھائیں گے آپ کے درجات بلند ہوتے رہیں گے، اللہ کے حضور قرب بڑھتا رہے گا، اوران کے حق میں عذاب سے ڈرانا نہ ڈرانا اس لئے برابر ہے کہ اللہ رب العزۃ کے علم میں تھا کہ وہ ضد عناد پر قائم رہیں گے، ایمان نہیں لائیں گے۔

محبوب! آپ کا ڈرانا ان لوگوں کیلئے مفید ہے جوقرآن مقدس کے حکم پرعمل کریں اورآپ کی اتباع کریں، آپ تو اُنہیں حق سناتے رہیں عذاب سے ڈراتے رہیں مگر وہ فائدہ نہیں اُٹھاسکیں گے جولوگ آپ کے وعظ ونصیحت پرعمل نہیں کرتے مذاق اُڑاتے ہیں اُن سے اعراض کریں اور جوعمل کرتے ہیں ان کو نصیحت کرتے رہیں (محبوب) جولوگ رحمان سے ڈرتے ہیں انہیں بخشش کی خوشخبری سنادیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ دونام خاص کر کے ذکر میں اللہ اور رحمان ۔ اسم اللہ میں ہیبت ہے اوراسم رحمان میں پیار ہے رحمت ہے، رحمان کو بن دیکھے ڈرنے کا یہ معنی ہے کہ موت کے وقت فرشتوں کو دیکھ کر یا دوزخ

کے عذاب کو دیکھ کر ڈرنا مراد نہیں، اِن مناظر سے پہلے ڈرے جس قدر یہ عقیدہ مضبوط ہوگا کہ میرا خدا مجھے ہر لمحہ دیکھتا ہے، اس کا ڈر پیدا ہوگا اور گناہوں سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ "انا نحن یحی الموتٰی کے ارشاد میں کفار کا رد فرمایا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندگی نہیں ہوگی، اس آیہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے انسان جو کچھ کرتا ہے لکھ لیا جاتا ہے اور اس کے مطابق اُسے آخرت کو جزا سزا ہوگی۔ اس کی ایک صورت یہ ہے ہر شخص کے اچھے برے اعمال لکھ لئے جاتے ہیں، یہ صورت بھی ہے اس کے جسم کے اعضاء پر جو نقوش مرتسم ہوں گے وہ قیامت کو اُبھر آئیں گے، گواہی دیں گے اس کی ساری داستان ذہن پر لکھی نظر آئے گی، یہ معنی بھی ہے کہ اس کے اچھے برے اعمال جو چھوڑ گیا ہے ان پر عمل کرنے والوں کی نسبت سے یہ لکھے جاتے رہیں گے۔

ہمارے لئے ان سے حساب لینا کوئی مشکل نہیں، آپ انہیں سمجھانے کیلئے اس گاؤں کے باشندوں کی مثال بیان کیجئے جب وہاں ہمارے رسول آئے۔ اس آیہ کریمہ میں بستی کا نام ذکر نہیں، ان رسولوں کا نام ذکر نہیں آسان ترجمہ یہی ہے، محبوب کفار مکہ آپ سے اُلجھ رہے ہیں آپ ان کے سامنے ان لوگوں کا حال بیان کیجئے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول آئے اور انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور انہیں برباد کر دیا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے اس بستی سے مراد شام کا شہر انطاکیہ ہے۔ قرآن مقدس اس شہر کا ذکر کرنے سے خاموش ہے، لہذا اوپر والی سادہ تفسیر ہی موزوں ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا
فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾
قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَاۤ اَنْزَلَ
الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا
تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّاۤ
اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾

صدق الله العظيم

جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پس ہم نے اُنہیں ایک تیسرے رسول کے ساتھ تقویت دی، ان تینوں نے انہیں کہا کہ ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے (۱۴) بستی والوں نے کہا تم بھی تو ہماری مثل انسان ہو اور رحمان نے کوئی شے نہیں اُتاری تم جھوٹ بول رہے ہو (۱۵) رسولوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں (۱۶) اور ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں مگر یہ کہ ہم پیغام حق پہنچا دیں (۱۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں شام کے ایک شہر انطاکیہ میں رسولوں کو بھیجنے کا ذکر ہے اس آیہ کریمہ میں اس کی تشریح ہے دو رسولوں کا ذکر ہے انہیں عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ کیلئے بھیجا تھا ایک کا نام صادق تھا دوسرے کا نام مصدوق، بستی والوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو پھر ہم نے ایک اور تیسرے رسول کو بھیجا اس کا نام شمعون تھا ان رسولوں نے اُن بستی والوں کو اپنے رسول ہونے کا ذکر کیا اور بتا دیا کہ ہم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، تمہاری ہدایت کیلئے آئے ہیں مگر بستی والوں نے کوئی پرواہ نہ کی بلکہ انہیں مشکلات میں مبتلا کیا، منحوس تک کہا انہیں پتھروں سے مارنے کی دھمکیاں دیں۔ آخر ہوا یہ کہ ان پر عذاب الٰہی ایک کڑک کی صورت میں نازل ہوا، اور یہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے انطاکیہ بستی آج عیسائیوں کی نگاہ میں مقدس بستی شمار ہوتی ہے۔
پچھلی آیہ کریمہ کی تشریح میں عرض کر دیا گیا ہے چونکہ قرآن مقدس اس بستی کا نام ذکر نہیں فرمایا اس لئے اس

کی تشریح پر خاموشی ہی بہتر معلوم ہوتی ہے۔قوم نے رسولوں سے کہاتم بھی ہماری طرح انسان ہوتمہارا چلنا پھرنا کھانا پینا بیٹھنا اٹھنا ہماری طرح ہی ہےتو تم رسول کیسے بن گئے؟

کفار مکہ نے بھی یہی بات حضورﷺ سے کی تھی یہ کیسا رسول ہے جوکھانا کھاتا ہےاور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے،حضرت نوح کے بارہ میں بھی قوم نے یہی کہا،قوم عاد نے بھی حضرت ہود کے بارہ میں یہی کہا قوم ثمود نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کے بارہ میں یہی کہا،انبیاء علیہم السلام کواپنے جیسا کہنے کا یہ جاہلانہ طریقہ ہے،جو پرانا ہے نبی غیر نبی سے اتنا ممتاز اعلیٰ اونچا ہے کہ یہ کلمات توہین رسالت میں شامل ہیں۔

انہوں نے رسول سے کہا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی کتاب نہیں اُتاری گئی جو ہماری ہدایت کیلئے ہوتم کتاب کے بارہ میں جو بتاتے ہو یہ بھی غلط ہےتمہارادعویٰ ماننے کے قابل نہیں،بستی والوں کے ان بے ہودہ اعتراضات پر حلف اٹھا کرکہا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں،تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، ہمارے ذمہ یہ کام تھا کہ تم تک حق پہنچائیں وہ ہم نے پہنچادیا ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٠﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْــَٔـلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾

صدق اللہ العظیم

(قوم نے رسولوں سے کہا) تمہاراوجود نیک فالی نہیں اگر تم تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کریں گے اور ہماری طرف سے تمہیں دردناک عذاب پہنچے گا(١٨) رسولوں نے کہا تمہاری بدفالی تمہیں نصیب ہو(حیرت) ہے اگر تمہیں نصیحت کی جاتی ہے تو تم دھمکیاں دینے لگتے ہوتم لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہو(١٩) اسی دوران شہر کے ایک کنارے سے

دوڑتا ہوا ایک شخص آیا اور کہا اے میری قوم
رسولوں کی اتباع کرو (۲۰) ان کی اتباع کرو جو
تم سے کسی قسم کا اجر نہیں مانگتے اور وہ سیدھی راہ
پر ہیں (۲۱)

تفسیر

سرکش، متعصب قوم نے رسولوں سے کہا تمہارا وجود بدفالی ہے، تمہاری وجہ سے ہم طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں، قحط سالی تمہاری وجہ سے ہے بارش کا نہ ہونا تمہاری وجہ سے ہے، بیماریوں کا پھوٹ پڑنا تمہاری وجہ سے ہے، ہمارے کاروبار برباد ہو گئے ہر کام میں نقصان اور خسارہ ہے ہم اچھے بھلے کھاتے پیتے لوگ تھے مگر تمہاری وجہ سے ہماری خوشحالی بدحالی میں بدل گئیں۔ تمہاری وجہ سے ہمیں مشکلات نے گھیر لیا ہے یہی باتیں کفار مکہ حضور ﷺ کے متعلق کہتے تھے۔ سورۂ نساء شریف میں ہے اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی تو حضور ﷺ سے کہتے یہ تمہاری وجہ سے ہے۔

قوم نے رسولوں سے کہا تم اپنی تبلیغ سے باز آ جاؤ، ورنہ ہم پتھراؤ کریں گے اور تمہیں دردناک عذاب پہنچے گا، قوم کی اس گستاخانہ روش پر رسولوں نے کہا تمہاری بدحالی تمہارے ساتھ ہے جب تم اس دنیا میں آئے تھے تو تمہارے بدشگونی کا ورقہ تمہارے گلے میں لٹکا دیا گیا تھا۔

تعجب ہے جب تمہیں نصیحت کی جاتی ہے تو دھمکیاں دینے لگتے ہو، معاملہ یہاں تک پہنچا قوم نے رسولوں کو سنگسار کرنے کا منصوبہ بنالیا تو اسی شہر کا ایک شریف طبع دوڑتا ہوا آیا اور اپنی قوم سے کہا، رسولوں کی مخالفت تمہارا غلط منصوبہ ہے، ان کی دشمنی تمہارے لئے وبال جان بن جائے گی اپنے بُرے منصوبوں سے رُک جاؤ میں تمہارے شہر کا ہوں، تمہارے اندر رہا ہوں۔ میرا مشورہ ہے تم ان پر ایمان لاؤ، مخالفت چھوڑ دو یہ کامیابی کی راہ ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبھی تم سے کچھ مانگا نہیں، ان کا انداز تبلیغ بتاتا ہے یہ لوگ

سب کچھ اللہ کی رضا کیلئے کررہے ہیں۔ان کے اس تبلیغی نظام میں دنیاداری کوقطعی کوئی دخل نہیں یہ اپنے مشن میں بعض لوگ ہیں ان کی سچائی کی یہ دلیل واضح ہے۔جس چیز کا تمہیں حکم دیتے ہیں وہ کام خود بھی کرتے ہیں، ان لوگوں کی مخالفت تمہاری بدنصیبی ہے، یہ لوگ ہدایت والے ہیں اس بستی کے لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو منحوس کہا یہ گستاخی تھی بدنصیبی تھی، یہ شخص تو دور سے دوڑتا ہوا آیا اور انہیں ہدایت کی۔اِس کا نام حبیب تھا، ریشم کا کاروبار کرتا تھا صدقہ وخیرات کرنے کا عادی تھا یہ بھی کہا گیا ہے یہ نجار بڑھئی تھا یہ بھی کہا گیا ہے یہ کسان تھا، یہ غار میں رہتا تھا عبادت کرتا تھا مومن تھا۔

علامہ قزوینی کہتے ہیں بستی والوں نے اس کو قتل کردیا تھا، اسی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا اس شہر انطاکیہ کے بازار میں ایک مسجد ہے جسے مسجد حبیب کہا جاتا ہے وہاں اس کی قبر ہے، دور دراز سے لوگ اس مردمومن کی قبر کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلقِہٖ